Front Cover

اپریل 2014، قیمت 10 ₹

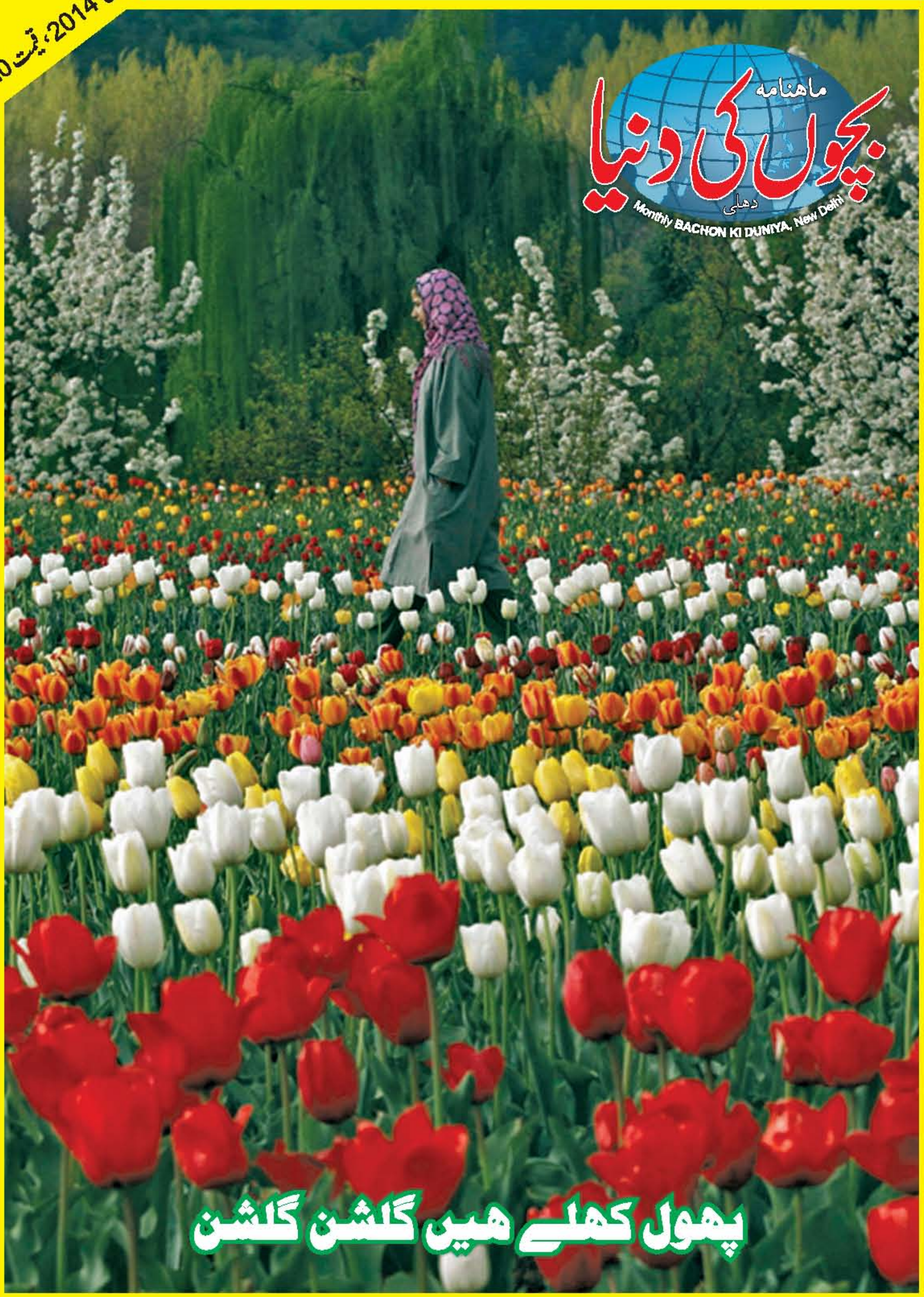

Back Cover

BACHON KI DUNIYA Monthly, April 2014, Vol. 02, Issue: 04
National Council for Promotion of Urdu Language
Department of Higher Education, Ministry of Human Resource Development, Government of India

RNI NO. DELURD/2013/50375
DL (S) - 01/3439-2013-15
Date of Publication : 11/03/14
Date of Dispatch : 12 and 13 of Advance Month

بچوں کے لیے قومی اردو کونسل کی چند دلچسپ کتابیں

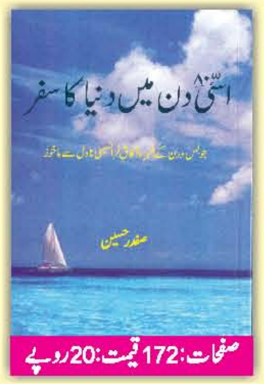

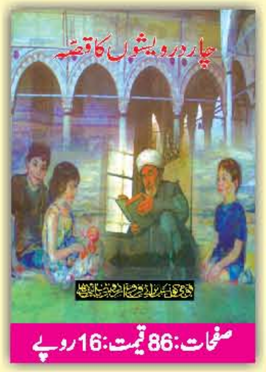

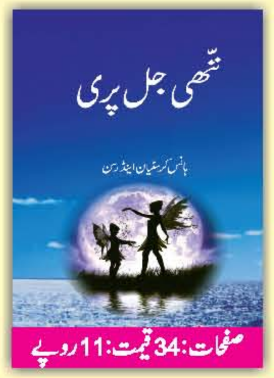

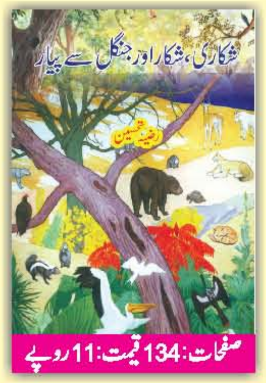

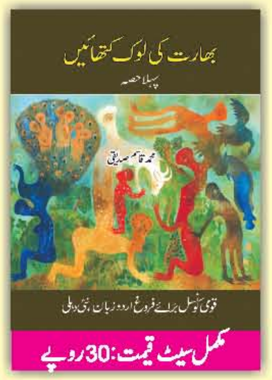

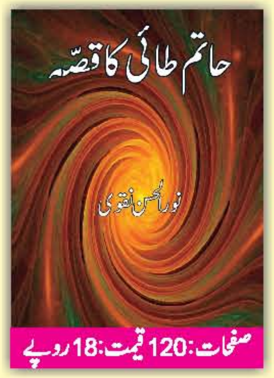

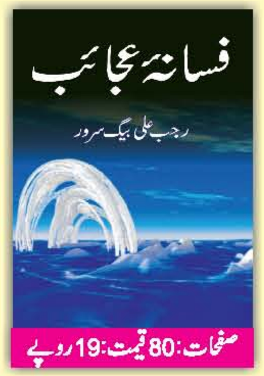

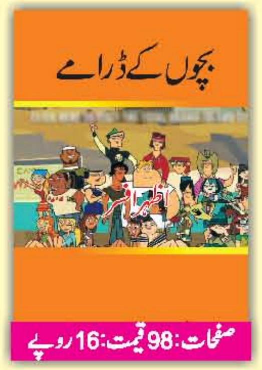

Printed and Published by Dr. Khwaja Md. Ekramuddin, Director, NCPUL on behalf of NCPUL, FAROGH-E-URDU-BHAWAN, FC-33/9, Institutional Area, Jasola, New Delhi-110025, and printed at S. Narayan & Sons, B-88, Okhla Indl. Area Phase-II, New Delhi-110020 on 80 GSM Art Paper produced by JK Editor : Dr. Khwaja Md. Ekramuddin, Tel : 49539000

ماہنامہ
بچوں کی دنیا
دہلی
Monthly BACHON KI DUNIYA, New Delhi

جلد: 2 شمارہ: 4 اپریل 2014

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر خواجہ محمد اکرام الدین
نائب مدیر: ڈاکٹر عبدالحی
اعزازی مدیر: نصرت ظہیر

ناشر اور طابع:
ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان
وزارتِ ترقیِ انسانی وسائل، محکمہ اعلیٰ تعلیم، حکومتِ ہند
مطبع: ایس نارائن اینڈ سنز، بی۔88، اوکھلا انڈسٹریل ایریا
فیز-II، نئی دہلی-110020
مقامِ اشاعت: دفترِ قومی اردو کونسل

قیمت-/10 روپے، سالانہ -/100 روپے

■ اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے قومی اردو کونسل NCPUL اور اس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

صدر دفتر
فروغِ اردو بھون، ایف سی 33/9، انسٹی ٹیوشنل
ایریا جسولہ، نئی دہلی-110025
فون: 49539000
شعبۂ ادارت 'بچوں کی دنیا': 49539011
ای میل
bachonkiduniya@ncpul.in
editor@ncpul.in
ویب سائٹ
http://www.urducouncil.nic.in
'بچوں کی دنیا' کی خریداری کے لیے چیک، ڈرافٹ یا منی آرڈر بنام NCPUL، شعبۂ فروخت کے پتہ پر بھیجیں اور وضاحت طلب امور کے لیے وہیں رابطہ فرمائیں
شعبۂ فروخت: فون: 26109746
ای میل: sales@ncpul.in
ویسٹ بلاک-8، ونگ-7 آر کے پورم، نئی دہلی۔110066
شاخ: 22-7-110، تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ کمپلکس
بلاک نمبر 5-1، پتھر گٹی، حیدرآباد-500002
فون: 24415194 - 040

اس شمارے میں

مدیر کا خط	آپس کی باتیں	مدیر	2
نظم	کتنی پیاری زبان ہے اردو	عبدالقدوس فہمی	3
دنیا کے مذہب	کنفیوشن ازم: فلسفہ یا مذہب؟	نصرت ظہیر	4
دل چسپ خبریں	دنیا ایک عجائب خانہ	ادارہ	8
نظم	میاں کی مٹھائی	ظفر کمالی	12
کہانیاں	پیٹو چوہا	خوشنودہ نیلوفر	13
	جگو ہاتھی	ابرار اعظمی	17
	وفادار گبرو	عادل حیات	20
	جادوئی قلم	سارہ احمد	24
نظم	بطخ کا بچہ	غضنفر علی	27
اس ماہ کی باتیں	اپریل	ادارہ	28
نظم	گائے پالی جائے گی	انصار احمد	36
کامکس	گلیور بالشتیوں کی دنیا میں۔5	جوناتھن سوئفٹ	37
نظم	ہمارا ہندوستان	خالد سرحدی	43
نظم	معصوم	فیروزہ جبیں اعظمی	44
قسط وار	فسانۂ عجائب	رجب علی بیگ سرور	45
نانی کا صندوق	نظم		53
ننھے فنکار	بچوں کی تخلیقات	ادارہ	54
اردو ایس ایم ایس	یہ مزے مزے کی حکایتیں	ادارہ	57
نظم	کہانیاں	خالد عبداللہ	60
ہونہار	8 سال کا سائنس داں	مشتاق کریمی	62
منظوم تبصرہ	بچوں کی دنیا کا ایک شمارہ	انصار احمد	63
اردو فیس بک	آپ کی باتیں	ادارہ	64

آپس کی باتیں

ساتھیو، آج کل اپنے وطن میں پھولوں پر بہار ہے۔ پہاڑوں پر برف پگھل رہی ہے، گرمی کی آمد آمد ہے، چھوٹے بچوں کے امتحان زیادہ تر ختم ہوچکے ہیں، بڑے بچوں کے ابھی چل رہے ہیں، اور بہت سی فیملیوں میں مئی اور جون کی گرمیاں کسی پرفضا مقام پر گزارنے کے منصوبے بنائے جارہے ہیں۔ زیادہ تر علاقوں میں موسم ان دنوں نہ زیادہ گرم ہے نہ بہت ٹھنڈا۔ ایسے میں طرح طرح کے پھول یہاں وہاں پارکوں میں، باغوں میں، گملوں میں اپنی بہار دکھا کر دلوں کو لبھا رہے ہیں۔ ایک پھول ہے گل لالہ جسے دل بند بھی کہتے ہیں۔ اس کی تو ان دنوں شان ہی نرالی ہے۔ طرح طرح کے رنگوں میں پایا جانے والا یہ پھول زیادہ تر اپریل کے مہینے میں ہی اپنے جلوے بکھیرتا ہے۔ انگریزی میں اس کا نام tulip ہے۔ کشمیر کے باغات آج کل tulip کے ان پھولوں سے بھرے پڑے ہیں۔ کچھ اسی خیال سے ہم نے اس مرتبہ 'بچوں کی دنیا' کے سرورق کو بھی ٹیولپ کے غنچوں سے سجایا ہے۔ پھولوں کا سرتاج اور بادشاہ، بلکہ یوں کہیے کہ پھولوں کا مغلِ اعظم تو گلاب ہی ہے اور اس کی خوشبو کے آگے سبھی پھولوں کی سگندھ ہلکی پڑ جاتی ہے، لیکن رنگ کی شوخی گل لالہ کو جس طرح دہکا دیتی ہے اس کا بھی کوئی جواب نہیں ہے۔ اس پھول کی دنیا بھر میں ہزاروں قسمیں پائی جاتی ہیں۔ عام طور پر یہ ایک بلب کی صورت میں نمودار ہوتا ہے اس کے بعد اس کی بڑی بڑی پنکھڑیاں ذرا سا پھیل کر جلوہ افروز ہو جاتی ہیں اور شہد کی مکھیوں بھنوروں اور تتلیوں جیسے ان کیڑے پتنگوں کا دل لبھانے لگتی ہیں جو ان پھولوں کا رس پیتے پیتے ان میں موجود پراگ یا ننھے بیجوں کو اپنے ساتھ باہر لے آتے ہیں اور دوسری جگہوں پر پہنچا کر ان کی نسل کو آگے بڑھانے میں مدد کرتے ہیں۔ پھولوں کو قدرت نے اتنا زیادہ خوب صورت اسی لیے بنایا ہے تاکہ ان کی زندگی کا کارواں آگے بڑھتا رہے۔ یہی وجہ ہے کہ پھول ہر زبان اور ہر تہذیب میں زندگی کی علامت سمجھے جاتے ہیں۔

خیر، ان دنوں ایک اور بہار کے چرچے بھی خوب ہیں۔ یہ ہے چناؤ کی بہار۔ بہت سی پارٹیوں کے بہت سے امیدوار لوگوں سے ووٹ مانگتے پھر رہے ہیں۔ ریلیاں ہو رہی ہیں، جلسے چل رہے ہیں، ٹیلی ویژن کی نیوز چینلوں پر صبح سے رات تک بریکنگ نیوز دینے اور اس پر بحث مباحثے کا سلسلہ قائم رہتا ہے۔ اگرچہ آپ میں سے بہت سوں کا ابھی ووٹ نہیں بنا ہے لیکن ہماری جمہوریت کے اس سب سے بڑے میلے کی اصل رونق تو آپ ہی کی بدولت ہے۔ ہر ریلی ہر جلسے اور ہر جلوس میں بچے ہی سب سے آگے نظر آتے ہیں۔ اور کیوں نہ نظر آئیں۔ آخر ان ہی کو تو آگے چل کر ملک کا صدر جمہوریہ اور وزیر اعظم بننا ہے۔ ان ہی کے ہاتھ میں تو ایک دن دیش کی باگ ڈور آئے گی۔

'اراؤنڈ دی ورلڈ ان ایٹی ڈیز' ختم ہونے کے بعد اس شمارے سے 'فسانۂ عجائب' کا قسط وار سلسلہ شروع ہو رہا ہے جو دل چسپ تو ہے ہی آپ کے کام کا بھی ہے۔ یہ داستان دراصل بڑوں کے لیے لکھی گئی تھی لیکن قومی اردو کونسل نے اسے ایسے روپ میں ڈھالا ہے کہ بچے بھی بہ آسانی سمجھ سکیں۔ اس کے علاوہ وہ حصے نکال دیے گئے جو صرف بڑوں کے کام کے تھے۔ اس کتاب میں اردو نثر لکھنے کا اتنا سادہ اور حسین اسلوب اختیار کیا گیا تھا کہ اس کی طرز پر چھوٹے چھوٹے عام روزمرہ زبان کے جملے لکھ کر آپ بھی اپنی اردو تحریر میں نکھار لا سکتے ہیں۔ تو دیر کس بات کی ہے۔ پہلی قسط کا صفحہ کھولیے اور اپنے دوست کو یہیں اجازت دیجیے!

(ڈاکٹر خواجہ محمد اکرام الدین)

نظم

□ عبدالقدوس فہمی

کتنی پیاری زبان ہے اردو

اُردُو اُردُو اُردُو اردو اردو اُردُو

کتنی پیاری زبان ہے اردو	اہلِ محفل کی جان ہے اردو
بزم عالم کی شان ہے بھارت	اور بھارت کی شان ہے اردو
جس کا آنگن ہے گلشن صدرنگ	ایک ایسا مکان ہے اردو
آئینہ دارِ گردش حالات	وقت کی ترجمان ہے اردو
علم کی کائنات کا مرکز	آگہی کا جہان ہے اردو
ساری دنیا پناہ لے جس میں	ایسا دارِ الامان ہے اردو
ہر زبان کی ہے چاشنی جن میں	ایک ایسی زبان ہے اردو
گنگا، جمنی، معاشرت کے لئے	پیار کی داستان ہے اردو
تاجدارانِ فن پہ سایہ فگن	فکر کا آسمان ہے اردو
کیوں عداوت تمھیں ہے اردو سے	ہند کی آن بان ہے اردو
ایک اردو کے سب ہیں دیوانے	فہمی کتنی مہان ہے اردو

اُردُو اُردُو اُردُو اُردُو اُردُو اُردُو

◆ ڈاکٹر غلام قدوس فہمی علامہ اقبال نگر کنٹھوناباز ار دھونی۔ بہار

نصرت ظہیر

کن فیوشن ازم

فلسفہ یا مذہب؟

تائیوان میں کن فیوشن ازم کی عبادت گاہ

کن فیوشس ازم دنیا کے پرانے مذہبوں میں سے ایک ہے۔عیسائیت سے بھی پرانے اس مذہب کو ماننے والوں کی تعداد دنیا میں تقریباً 63 لاکھ ہے۔ان میں زیادہ تر لوگ چین میں رہتے ہیں۔ آس پاس کے ملکوں کوریا، جاپان، ویت نام وغیرہ میں بھی اس مذہب کو ماننے والے پائے جاتے ہیں۔لیکن کن فیوشس ازم یا کن فیوشن ازم اس مذہب کا اصل نام نہیں ہے۔ یہ نام اسے انیسویں صدی میں یوروپ کے لوگوں نے لاطینی زبان کے قواعد کے اثر میں مذہب کی اہم ترین شخصیت کنفیوشیس کے نام پر دیا تھا۔انھیں چین والے کونگ فیوزی کہتے ہیں۔ یعنی ماسٹر کونگ یا استاد کونگ۔ان کے نام سے جڑے ہوئے اس 'مذہب' کو چینی زبان میں 'پن ین' یا 'روجیا' کہتے ہیں۔

کن فیوشس کا شمار دنیا کے بڑے فلسفیوں میں ہوتا ہے۔ وہ حضرت عیسیٰ کی ولادت سے ساڑھے پانچ سو برس پہلے سن 551 قبل مسیح میں چین کے ایک چھوٹے سے صوبے لیو Lu میں پیدا ہوئے جسے اب شان تنگ صوبہ کہا جاتا ہے۔ ان کا تعلق چین کے معزز گھرانے سے تھا لیکن جب وہ پیدا ہوئے تب تک خاندان کافی غریب ہو چکا تھا۔تین سال کے تھے کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔یہ ٹھیک سے معلوم نہیں کہ انھوں نے کس کس سے اور کہاں کہاں تعلیم حاصل کی لیکن علم حاصل کرنے کا شوق انھیں بچپن سے تھا اور جو کچھ سکھایا جاتا اسے وہ بہت جلد سیکھ جاتے تھے۔ انھوں نے

حکومت کی چھوٹی چھوٹی ملازمتیں کیں۔ اصطبل کے نگراں تک رہے اور کتابوں کی دیکھ بھال کا کام بھی کیا۔19 برس کی عمر میں ان کی شادی ہوگئی لیکن تعلیم حاصل کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔30 سال کی عمر کو پہنچنے تک وہ چھ فنون کے ماہر ہوگئے تھے۔ رسوم کی ادائیگی، موسیقی، تیر اندازی، رتھ چلانا، خطاطی اور ریاضی یعنی میتھ میٹکس۔ کلاسیکی روایتوں، خاص طور پر شاعری اور تاریخ میں بھی انھیں دخل تھا۔
30 سال کی عمر میں اس تمام علم کی بدولت وہ خود ایک بڑے استاد بن گئے۔ان کے پیروکار آج بھی انھیں مختلف ناموں سے پکارتے اوران کے ساتھ اپنی عقیدت کو ظاہر کرتے ہیں مثلاً، 'ولیِ اعظم'، 'استادِ اوّل' اور 'دس ہزار زمانوں کا مثالی استاذ'۔

کن فیوشس نے تعلیم، حکومت اور حکمرانی کے طور طریقوں میں تبدیلیوں کی تبلیغ کی تھی لیکن حکمراں طبقوں نے ان کی باتوں پر توجہ نہیں دی۔ البتہ ان کے شاگردوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ وہ سچائی پر چلنے کی تعلیم دیتے تھے اور انسانوں کو بہتر انسان بنانا ان کا مقصد تھا۔ایک وقت وہ بھی آیا جب انھوں نے اپنی ریاست لیو کو بھی خیر باد کہہ دیا اور جلا وطنی اختیار کرلی۔ آخر 68 برس کی عمر میں وہ وطن واپس آئے اور اپنے 77 شاگردوں کو عقل و دانش کی باتیں سکھاتے رہے۔ان کے خیالات

اوران کی کہی ہوئی باتوں کو کتاب کی صورت میں یک جا کیا گیا جسے 'لن یو' کہتے ہیں اور جسے اس مذہب کے پیروکار مقدس صحیفہ مانتے ہیں۔کئی سو سال بعد مختلف علوم کے بارے کہی اور لکھی ہوئی ان کی باتوں کو پانچ کتابوں میں تقسیم کیا گیا۔

دل چسپ بات یہ ہے کہ کن فیوشن ازم میں خاص مذہبی رسموں یا عبادت کے طور طریقے مقرر نہیں ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ابھی تک اس پر بھی اختلاف رائے قائم ہے کہ کن فیوشن ازم مذہب ہے یا فلسفہ۔ چینی مذہب، تاؤ ازم اور بدھ مت کو ماننے والے بھی اس مذہب یا فلسفے میں یقین رکھتے ہیں۔ ایک اور بات یہ ہے کہ کن فیوشن ازم نہ تو آسمانی طاقتوں پر زور دیتا ہے نہ ان سے انکار کرتا ہے۔ اسی طرح خدا کے وجود سے اس مذہب یا فلسفے میں نہ انکار کیا جاتا ہے نہ اس کا اقرار ہے۔ البتہ موت کے بعد زندگی کے تصور کو اس میں جگہ دی گئی ہے۔

ایک اور بات ذہن میں رکھنی چاہیے۔ یہ مذہب، جیسا کہ اس کے یوروپین نام سے دھوکا ہوتا ہے، کن فیوشس کا چلایا ہوا نہیں ہے۔ جس طرح 'بدھ' اپنے مذہب 'بدھ

◄ کن فیوشس: پینٹنگ اور مجسمہ ▲

▲چین کے شینڈ ونگ صوبے میں ایک کنفیوشس مندر

کر 'ڈے' قائم ہوتا ہے۔یہاں رین ren کا مطلب ہے، کارِ خیر یا بھلائی کا کام۔ لی li، یعنی رسم و رواج، زونگ zhong یعنی وفاداری، شو shu یعنی نیکی کا بدلہ نیکی اور شیاؤ xiao یعنی پاکبازی۔ یہ پانچوں وصف مل کر de یعنی اعلیٰ صفات والے انسان کو جنم دیتے ہیں۔آسان لفظوں میں کہیں تو کن فیوشس نے پانچ بنیادی تعلیمات دی ہیں۔ رحم دلی، سچّائی، سنجیدگی، دانائی اور معتبریت (بھروسے کے قابل بننا)۔وہ کہتے تھے:

دوسروں کا ہمیشہ خیال رکھو

اپنے پرکھوں کا احترام کرو

تمام باتوں میں مطابقت اور توازن لانے کی کوشش کرو

مت' کے بانی تھے ان معنوں میں کن فیوشس اس مذہب کے بانی نہیں تھے۔ وہ خود کو بہت پرانے عقیدوں کو ٹھیک طرح سمجھ کر واپس لانے کا ذریعہ اور وسیلہ سمجھتے تھے۔تاریخ میں ان کی بے حد دلچسپی تھی اور اس پر پڑی ہوئی وقت کی دھول کو ہٹا کر شعور کی آنکھوں سے اصلیت کو صاف دیکھ لینے کی وہ غیر معمولی صلاحیت رکھتے تھے۔ چنانچہ ان کے دریافت کئے ہوئے اس مذہب یا فلسفے کو ڈھائی سے پانچ ہزار سال تک پرانا مانا جاتا ہے۔

کن فیوشن ازم کے بنیادی اصول رین، لی، زونگ، شو اور شیاؤ پر مبنی ہیں جن سے مل

جنوبی کوریا میں کن فیوشس کی 2560ویں سالگرہ کا منظر◄

اپنے برتاؤ یا جذبات پر قابو رکھو اور ان میں شدت نہ آنے دو
اگر تم امن چین سے رہو گے تو تم اس کائنات کی روحانی طاقتوں سے جڑ جاؤ گے جن میں قدرت بھی شامل ہے

کن فیوشس نے یہ اصول بھی مقرر کیا تھا کہ ہر شخص کی خیریت سیدھے طور سے دوسروں کی خیریت پر منحصر ہے۔ اس اصول کو جین Jen کہتے ہیں۔ اس میں دوسروں کے ساتھ شریفانہ برتاؤ اور وفاداری پر زور دیا گیا ہے۔

کن فیوشن ازم کے بارے میں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس میں لوگوں کو روحانی طور پر بہتر بنانے سے زیادہ انھیں غیر روحانی طور پر ایک بہتر انسان بنانے پر زور دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس مذہب یا فلسفے کے پیروکاروں کو عبادت کرنے کی واضح ہدایات نہیں دی گئی ہیں۔ البتہ کن فیوشس کے انتقال کے بعد ان کے احترام میں لوگوں نے ان کے بت بنائے جنھیں عبادت خانوں میں رکھا گیا۔ ان میں کئی طرح کی تقریبات ہوتی ہیں۔ اس مذہب میں چار دن مقدس خیال کیے جاتے ہیں جن میں ایک 28 ستمبر ہے۔ یہ کن فیوشس کی پیدائش کا دن مانا جاتا ہے۔

کن فیوشس نے کہا تھا کہ ''اوپر والا اس سچائی کا مصنف ہے جو مجھ میں ہے۔'' ان کے ماننے والے کہتے ہیں کہ یہ کہنے سے ان کا مقصد یہ بتانا تھا کہ وہ 'آسمانی دنیا' کو خدا کی دنیا کے طور پر مانتے ہیں جو ہم سبھی کے اندر موجود ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کن فیوشن ازم سے بودھ اور تاؤ مذہب کے پیروکار بھی متاثر ہوئے۔ بہت سے لوگ ان سبھی مذہبوں کو ملے جلے طریقے سے ایک ساتھ مانتے ہیں۔ کن فیوشس کے نام پر رائج مذہب کی بات نہ کریں تب بھی ان کی شخصیت کو پوری دنیا میں ایک عظیم فلسفی، مفکر، دانش ور اور عالم کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ ان کے بہت سے اقوال ہیں جو عقل و دانش کی باتوں سے بھرے ہوئے ہیں اور انسان کی سوچ اور زندگی کو بہتر بنانے میں مدد کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ دنیا کی تقریباً سبھی زبانوں کے ادب میں ان کا ذکر احترام سے کیا جاتا ہے۔ □

کن فیوشس کی دس بڑی باتیں

- □ ہر شے کا اپنا حسن ہوتا ہے مگر ہر شخص اسے نہیں دیکھ پاتا۔
- □ جہالت دماغ کی ایک رات ہے مگر اس رات میں نہ چاند ہوتا ہے نہ ستارے۔
- □ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آپ کتنا آہستہ چل رہے ہیں بشرطیکہ آپ رک نہ گئے ہوں۔
- □ ہماری عظمت اس میں نہیں کہ ہم کبھی نہیں گرے، بلکہ اس میں ہے کہ جب بھی ہم گرے ہم سنبھل کر پھر اٹھ کھڑے ہوئے!
- □ بڑا آدمی جو کچھ ڈھونڈتا ہے وہ اسے اپنے اندر ملتا ہے چھوٹا آدمی جس کی تلاش میں ہے وہ اسے دوسروں میں ملتا ہے۔
- □ محتاط انسان مشکل ہی سے غلطی کرتا ہے۔
- □ بڑا وہ ہے جو بولنے میں پیچھے رہے مگر کرنے میں آگے نکل جائے۔
- □ جو کچھ تم پسند نہیں کرتے وہ صرف اپنے ساتھ کرو دوسروں کے ساتھ نہیں!
- □ جب تم یہ جان جاؤ کہ تم کچھ جانتے ہو اور جب تم کچھ نہ جانو اور یہ جان لو کہ تم وہ نہیں جانتے، تو یہ علم ہے!
- □ حد سے آگے نکل جانا اتنا ہی غلط ہے جتنا پیچھے رہ جانا!

ادارہ

دنیا ایک عجائب خانہ

جزیرہ کرائے پر: بہت سے چھوٹے بڑے جزیروں بسے ہوئے ملک مالدیپ میں اب جزیرے کرائے پر دینے کا بزنس شروع ہوگیا ہے۔ایک جزیرہ جس کا نام ویلا ہے کرائے پر دستیاب ہے۔اس جزیرے پر عیش و آرام کی ہر سہولت موجود ہے۔ 45 کوٹھیاں یا ولاز ہیں۔ ہر ولا میں سوئمنگ پول ہے۔10 ولا ایسے ہیں جو پانی کے اوپر لٹکے ہوئے سے دکھائی دیتے ہیں۔ خوب صورت قدرتی مناظر سے آراستہ جزیرے پر بہترین باورچی کھانا بنانے کے لیے رکھے گئے ہیں۔ 9 ہولز کا گولف کھیلنے کا میدان ہے۔ ڈولفن مچھلیوں کے کرتب دیکھنے کا انتظام کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ پرائیویٹ آب دوز کشتی، جم، اسپا اور بیچ پول بھی ہیں۔اس جزیرے پر ایک بیڈ کے کمرے اور ناشتے کا کرایہ ایک ہزار پونڈ تک ہے۔اور اگر ایک ہفتہ آپ کو یہاں گزارنا ہو تو 1 لاکھ 26 ہزار پونڈ تک دینے ہوں گے۔

دہشت گرد پرندے: اوفوہ! لیجیے اب پرندے بھی دہشت گردی پر آمادہ ہیں۔اس کوّے کو ہی دیکھیے۔ عام طور پر کوّا پرندوں کا شکار بہت کم کرتا ہے۔لیکن ان حضرت نے کسی اور پرندے کو نہیں بلکہ بے چاری اس فاختہ کو لقمہ بنانے کی ٹھان لی ہے جو پوری دنیا میں امن کی علامت مانی جاتی ہے۔ پوپ فرانسس نے ایسی دو فاختائیں دعائیہ تقریب کے بعد بچوں کے ہاتھوں ویٹی کن کے آسمان میں اس دعا کے ساتھ چھوڑی تھیں کہ پوری دنیا میں امن قائم ہو اور سب چین سے رہیں۔لیکن وہاں موجود کوّوں اور ایک مرغابی کو یہ بات شائد پسند نہیں آئی۔ مرغابی نے ایک فاختہ کو دبوچ لیا اور ایک کوے نے دوسری فاختہ کو نشانہ بنا لیا۔ ہزاروں لوگوں نے یہ نظارہ دیکھا اور ان کے دل دکھ سے بھر گئے۔ کوا اور مرغابی نظروں سے اوجھل ہو گئے اور یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ فاختائیں اپنا بچاؤ کر پائیں یا نہیں!

کیکڑوں کی ہجرت: پچھلے دنوں آسٹریلیا میں سرخ کیکڑوں کی ہجرت کا موسم شروع ہوا اور دو ہفتوں میں ختم بھی ہو گیا۔ ایک سے دو ہفتوں کے اس موسم میں آسٹریلیا کے کرسمس آئی لینڈ سے لاکھوں سرخ کیکڑے بحر ہند کے ساحل کا رخ کرتے ہیں تاکہ وہاں جا کر پانی میں انڈے دے سکیں اور نسل بڑھانے کا وہ فرض پورا ہو سکے جو قدرت نے ہر جاندار کو سونپا ہے۔ حکومت بھی ان دنوں میں ان کیکڑوں کا خیال رکھتی ہے اور جن سڑکوں سے ہو کر وہ گزرتے ہیں ان پر ٹریفک روک دیا جاتا ہے۔

سونے کا لباس: بات بستر پر سونے کے لیے بنائے جانے والے لباس یا سلیپنگ سوٹ کی نہیں بلکہ اس سونے کی دھات سے بنے لباس کی بات کر رہے ہیں جس کے عام طور پر زیور بنتے ہیں۔ یہ لباس ترکی کے ایک جویلر نے تیار کیا ہے۔ یہ سونے کے 69 ہزار چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو جوڑ کر بنایا گیا ہے۔ لباس کا وزن بھی قیمت سے کم نہیں۔ یہ اوپر کا لباس جو آپ تصویر میں دیکھ رہے ہیں پورے تین کلوگرام کا ہے۔ اس چمکتے دمکتے لباس کی قیمت تقریباً 85 ہزار ڈالر یا 53 لاکھ ہندوستانی روپے کے برابر ہے اور اب تک ایسے 8 لباس بک چکے ہیں۔

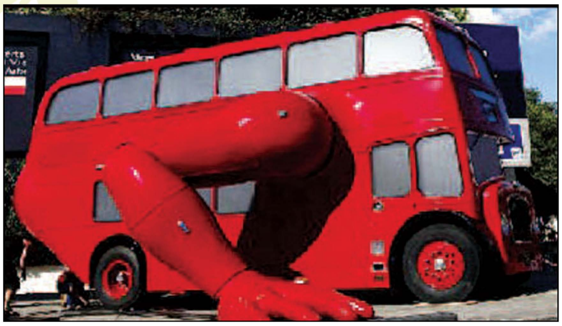

ورزش کرنے والی بس: لمبی چوڑی اور وہ بھی دو منزلہ بس کے بارے میں یہ سوچنا اپنے آپ میں بے وقوفی کی بات ہے کہ وہ اچھلتی کودتی یا ڈنڈ بھی لگاتی ہوگی۔ لیکن لندن کی ایک ڈبل ڈیکر بس سچ مچ پہلوانوں کی طرح ڈنڈ بیٹھک لگاتی ہے۔ بس کو یہ ورزش سکھائی ہے چیک ری پبلک کے ایک میکینک نے۔ اس نے 6 ٹن وزنی بس کے دونوں طرف لوہے کے بڑے بڑے بازو لگا کر ان کا میکینزم ایک طاقت ور انجن سے جوڑ دیا ہے۔ انجن اسٹارٹ کرنے پر اس ناکارہ پڑی بس میں اچانک جان آجاتی ہے اور وہ اوپر نیچے اٹھنے اور جھکنے لگتی ہے۔ میکینک نے اس کا نام لندن بوسٹر رکھا ہے۔

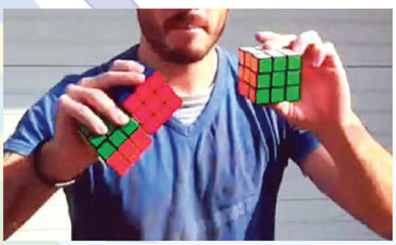

حساب میں حساب: ریوبک کیوب دنیا بھر میں ذہانت بڑھانے اور دماغی ورزش کا سب سے مقبول کھلونا مانا جاتا ہے۔ اس کے خانوں کو صحیح جگہ پر لانے کے لیے کافی دماغی محنت کرنی پڑتی ہے اور اس سلسلے میں کئی ریکارڈ بھی

بنے ہیں۔ حال ہی میں ایک شخص نے کئی ریوبک کیوبس ایک ساتھ اچھالتے ہوئے ان کے خانوں کو صحیح جگہ لانے کا کرتب دکھا کر سب کو حیران کیا ہے۔ یہ امریکی نوجوان ایک ساتھ تین کیوبس اچھالتا رہتا ہے اور ساتھ ہی تیسری کیوب کے خانے درست کرتا جاتا ہے۔ وہ اپنی توجہ تین کیوبس پر تقسیم کیے رکھتا ہے اور تینوں کے خانے درست جگہ لے آتا ہے۔ ہے نہ کمال کی بات!

'دھول کے پھول': ایک سے ایک نئی بات سوچنے والوں کی دنیا میں کمی نہیں۔ انگلینڈ کے گاؤں نارفوک میں رہنے والے رِک منز کو تصویریں بنانے کا شوق تھا۔ ایک دن اسے ایک بالکل نئی بات سوجھی۔ اس نے کینوس، رنگ روغن اور برش یا پنسل سے تصویریں بنانے کی بجائے انگلیوں سے تصویریں بنانا شروع کر دیں اور وہ بھی کاغذ پر نہیں بلکہ کاروں کے شیشے اور باڈی پر جمی دھول کے اوپر۔ روڈی مڈی کے نام سے مشہور یہ مصور انگلیوں، کاٹن بڈز اور ٹشو پیپر کی مدد سے دھول پر تصویریں بناتا ہے۔ دھول کے اس کینوس پر اس کی انگلیاں تیزی سے حرکت کرتی ہیں اور وہ دس منٹ میں ایک تصویر بنا دیتا ہے۔ اس منفرد آرٹ کا نام اس نے گرافلتھی Grafilthy رکھا ہے۔ اب یہ نہ پوچھیے کہ ان تصویروں کی عمر کتنی ہوتی ہے!

اچھلتا کودتا انگلینڈ: برطانیہ کے نوجوانوں میں آج کل بڑے اسپرنگ والے جوتے پہن کر اچھلتے کودتے چلنے کا شوق بڑھتا جا رہا ہے۔ 3 میٹر اونچے یہ انوکھے رولر اسکیٹس جوتے پہننے کے بعد عام لوگوں کے لیے چلنا تک دشوار ہو جاتا ہے اور وہ اسپرنگ کے دباؤ کو بھی کنٹرول میں نہیں رکھ پاتے۔ مگر یہ جوشیلے نوجوان ان اسکیٹس کی مدد سے 30 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتے ہیں اور 5 فٹ تک کی چھلانگیں لگا کر مزے دار کھیل بھی کھیلتے جاتے ہیں۔

انگلیاں نہیں تو کیا ہوا؟: جسمانی طور پر معذور لوگوں کو کبھی کسی سے کم نہیں سمجھنا چاہیے۔ انگلینڈ کی کاؤنٹی سمرسیٹ کی 48 سالہ اینیٹ کو ہی لے لیجیے۔ وہ ہاتھوں کی انگلیوں کے بغیر پیدا ہوئی تھیں۔ اس کے باوجود دونوں ہاتھ جوڑ کر انھوں نے ہیروں، سونے اور نگینوں

سے انگوٹھیوں، ائیر رنگز اور نیکلس کے ایسے پیارے ڈیزائن بنائے ہیں کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے ہیں۔

15 منزلیں 14 سیکنڈ میں: چین کے شہر شنگھائی میں ایک 15 منزلہ عمارت میں سیڑھیوں کے ساتھ ساتھ اترنے کے لیے ایک سلائیڈ لگا دی گئی ہے جسے موڑ کر تہہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ سلائیڈ بڑی چیزوں کو لڑھکا کر لانے لے جانے کے لیے لگائی گئی تھیں لیکن بچے اور بزرگ اسے نیچے اترنے کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں اور تیزی سے پھسلنے کا مزا لیتے ہیں۔ اس فولادی سلائیڈ کے ذریعے پندرھویں منزل سے 14 سیکنڈ میں نیچے پہنچا جا سکتا ہے۔ زلزلے یا آگ لگنے کی صورت میں بھی یہ سلائیڈ بہت کام آسکتی ہے۔

ربر کے چھلّوں کی گیند: ایک امریکی شہری زیک ہیمپل کو نہ جانے کیا سوجھی کہ اس نے ربر بینڈز کو ایک پر ایک چڑھانا شروع کر دیا اور 32 سال تک یہی کرتا رہا۔ اس طرح اس نے ایک بڑی گیند بنا ڈالی جسے اچھالنا تو ممکن نہیں لیکن لڑھکا کر کھیل ضرور سکتے ہیں۔ اس میں 250 پونڈ ربر کھپ چکی ہے اور لوگ اسے بھی ایک عجوبہ سمجھتے ہیں۔

برف کا ٹرک: کینیڈا کی ایک کمپنی نے برف سے ایک ٹرک تیار کیا ہے جس میں برف کی ایک موٹی تہہ جمائی گئی ہے۔ ٹرک کی باڈی، انجن اور اسے چلانے کا سارا نظام اصلی ہے جس کے اوپر برف کی ایک چادر چڑھا دی گئی ہے۔ اسے برف گرنے کے موسم میں چلایا جا سکتا ہے موسم بدلتے ہی برف پگھل کر ٹرک کو عام ٹرک جیسا بنا دیتی ہے۔

اسکوٹر لیموزین: آسٹریلیا میں اسکوٹر رکشہ کی طرح چلائے جانے کے قابل تین پہیوں والی 'اسکوٹر لیموزین' بنائی گئی ہے جس میں آرام دہ صوفے اور بڑا ٹیلی ویژن سیٹ بھی ہوتا ہے۔

اور اب سمارٹ واچ: امریکہ کی ریاست کیلیفورنیا میں ایک اسمارٹ گھڑی بنائی گئی ہے جسے اسمارٹ فون کے ساتھ جوڑا جا سکتا ہے۔ یہ اسمارٹ

گھڑی ایپل کے آئی فونز اور آئی پیڈ کی طرح ڈیزائن کی گئی ہے۔ اس کے ذریعے موبائل کے بھی کئی کام لیے جا سکتے ہیں۔ ◻

نظم

ظفر کمالی

میاں کی مٹھائی

میاں کی مٹھائی سلامت رہے
مری رس ملائی سلامت رہے

اٹھاتے رہیں آسماں سر پہ ہم
لڑائی بھڑائی سلامت رہے

چُرا لے گئے چور جوتا مرا
یہ چپّل ہوائی سلامت رہے

رہے گھر میں بلّی کوئی کس طرح
مری دُم کھنچائی سلامت رہے

جو دیتا ہے ٹافی میں حصہ مجھے
وہ اچھا ہے بھائی سلامت رہے

جو مرغا بنا ہے وہ کیسے کہے؟
پڑھائی لکھائی سلامت رہے

مجھے روز جو بیس کا نوٹ دے
اسی کی کمائی سلامت رہے

دعا مجھ کو دیتے ہیں چاچو مرے
تمھاری پٹائی سلامت رہے

ہماری بھی امّاں رہیں تندرست
تمھاری بھی مائی سلامت رہے

بڑا ہو کے لکھوں گا میں بھی کتاب
قلم روشنائی سلامت رہے

♦ ڈاکٹر ظفر کمالی، اسماعیل شہید
ایم ایم کالونی، ہل روڈ، سیوان،
بہار 841226

خوشنودہ نیلوفر

پیٹو چوہا

چوہا اور نیولا دونوں گہرے دوست تھے۔دونوں روز صبح سیر کو جایا کرتے۔اس لیے دونوں صحت مند تھے۔ایک دن کی بات ہے۔دونوں صبح سویرے سیر کو چلے۔چلتے چلتے کچھ دور نکل گئے۔سویرا ہونے لگا تو انھیں راستے میں ایک لاوارث مٹر ملا۔صبح صبح ان دونوں کو دیکھ کر وہ ڈر گیا۔دونوں نے مٹر کو ڈرا سہا دیکھا تو اس کی گردن پکڑ لی۔مگر مشکل یہ تھی کہ وہ دو تھے اور مٹر صرف ایک۔ آدھا مٹر کھانے سے کسی کا بھلا نہیں ہو سکتا تھا۔خاص طور سے چوہے کا جو کچھ دنوں سے بڑا پیٹو ہو چلا تھا۔آخر دونوں نے آپس میں کھسر پھسر کر کے صلاح مشورہ کیا اور وہ مٹر کو پکڑ کر اپنے کھیت کی طرف لے گئے۔وہاں لے جا کر انھوں نے مٹر کو مٹی میں دبا دیا اور مٹی میں دباتے ہوئے ڈرے سہمے مٹر کو دھمکی دی:

''اگر کل تک تم نے انکھوے نہیں نکالے تو تمھیں کاٹ کوٹ کر کالے بیل کے سامنے ڈال دیں گے۔''

اگلے دن بیچارہ ڈرا سہا مٹر صبح ہونے سے پہلے ہی انکھوے نکال کے بیٹھ گیا۔

صبح دونوں دوست سیر سے واپس لوٹے تو اپنے کھیت کی طرف گئے۔دیکھتے کیا ہیں کہ مٹر میں سے سفید انکھوا باہر جھانک رہا ہے۔مگر ابھی صرف انکھوا ہی ہے۔نیولے نے آنکھیں نیلی پیلی کیں اور

چوہے نے غصے میں اپنے سفید دانت مٹر کو دکھائے۔

''یہ کیا؟ صرف انکھوا نکال کے بیٹھے ہو۔ ڈال پات کہاں ہیں؟''

انھوں نے غریب مٹر کو پھر دھمکی دی:

''اگر کل تک تم نے ڈال پات نہیں نکالی تو تم کو کاٹ کوٹ کر کالے بیل کے سامنے ڈال دیں گے!''

مٹر کا پودا بیچارہ مارے ڈر کے رات بھر نہیں سو سکا۔ اس نے جلدی جلدی اپنی جڑوں کے ریشے زمین میں گاڑے۔ ایک آرام کرسی بنا کر ان میں سے ڈال پات نکالنے کا مضبوط بندوبست کیا۔ اور صبح

ہونے سے پہلے بیچارے نے کسی طرح ڈال پات نکال لی۔

دوسرے دن صبح سویرے دونوں دوست کھیت پر پہنچے۔ دیکھا تو مٹر کے پودے نے ڈال پات نکال لئے تھے۔ نیولے نے اِدھر گردن مٹکائی، اُدھر گردن مٹکائی۔ پھر مٹر کے پودے کو گھورتا ہوا بولا۔ ''صرف ڈال پات نکالے ہیں؟ پھول پتّی کون نکالے گا؟ تیرا باپ!''

اس نے چہرے پر غصہ لا کر اسے دھمکایا۔

مٹر بےچارہ اور بھی ڈر گیا۔ نیولے نے غرّا کر کہا:

''اگر کل تک تم نے پھول پتی نہیں نکالی تو کاٹ کوٹ کر تم کو کالے بیل کے سامنے ڈال دیں گے۔''

بیچارہ مٹر مرتا کیا نہ کرتا۔ اگلے دن اس نے اپنی ننھی ننھی ڈالیوں میں پھول پتی نکالی۔ انھیں قرینے سے سجایا سنوارا۔ پھول کی کلغی کو لال اور بیگنی رنگ سے رنگ کر، ڈالی اور پتی کے بیچ ان کو نازک نازک پنکھڑیوں کے سہارے ٹانک دیا۔ اس محنت مشقت سے وہ صبح تک پسینے میں بھیگ گیا اور پو پھٹنے سے پہلے ہی ان دونوں کا انتظار کرنے لگا۔ دونوں دوست سیر کرنے کے بعد اپنے کھیت میں پہنچے۔ دیکھا کہ مٹر کے پودے میں پھول پتی آ گئی ہے۔ دونوں بہت خوش ہوئے۔ مگر چہرے پر بناوٹی سنجیدگی لاتے ہوئے گرج کر بولے:

''ابھی تک تم نے صرف پھول پتی نکالی ہے۔ اب جب تک پھلی

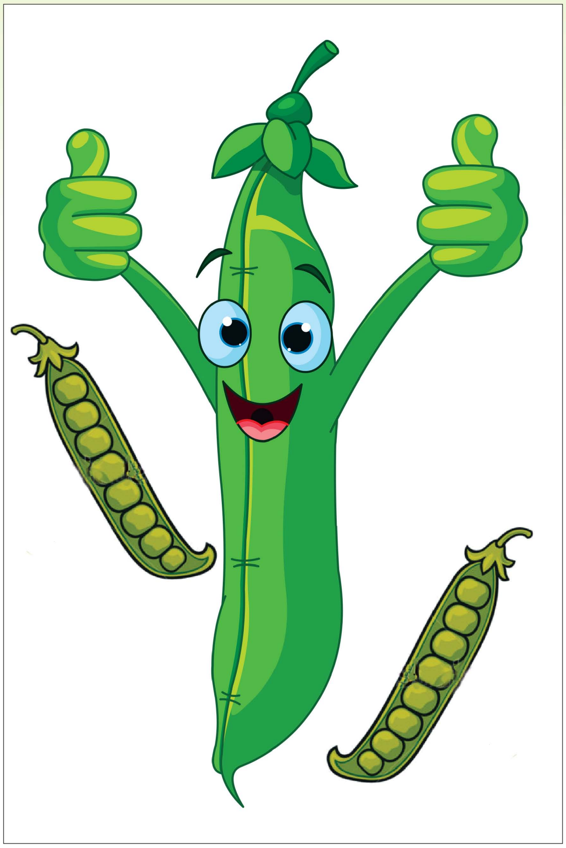

نہیں نکالو گے تم کسی کام کے نہیں ہو۔ کل تک اگر تم نے پھلی نہیں نکالی تو تم کو کاٹ کوٹ کر کالے بیل کے سامنے ڈال دیں گے۔''

اگلے دن مٹر نے پھولوں کے بیچوں بیچ ہرے ہرے ڈھکن والی پھلی بنائی، اور اس کے کناروں کو احتیاط سے بند کر دیا تا کہ مٹر کے دانے پھلی کے باہر نہ گر پڑیں۔ آس پاس کی پنکھڑیوں کو سکھا کر وہاں سے چلتا کیا۔ اب پھلی کی رونق سے خود مٹر کو بھی خوشی ملنے لگی۔ وہ ہوا کے ساتھ کبھی ادھر بل کھا رہا تھا تو کبھی ادھر۔ اسی خوشی میں کب صبح ہو گئی اسے پتہ ہی نہیں چلا۔ اس کو اجالا ہونے کا احساس تب ہوا جب اس کے سر کے پاس کسی کے چلانے کی آواز آئی۔

دونوں دوست سیر کے بعد واپس آ چکے تھے۔ دونوں نے دیکھا کہ مٹر کے پودھے میں پھلی خوشی سے جھوم رہی ہے۔ چوہے نے دانت نکالتے ہوئے کہا۔ ''ابھی تک صرف پھلی آئی ہے پھل نہیں۔ اگر کل تک یہ پھلی مٹر کے دانوں سے نہ بھری تو ہم تم کو کاٹ کوٹ کر کالے بیل کے سامنے ڈال دیں گے۔''

مٹر کے پودے نے پوری تیاری کی۔ اس نے صبح ہونے سے پہلے پہلے پھلیوں کے دروازوں کو مضبوطی سے بند کیا۔ آس پاس کی جگہ کشادہ کی۔ ڈالیوں میں لٹکی پھلی کا اچھی طرح جائزہ لیا۔ پوری احتیاط سے یہ سب دیکھ لینے کے بعد اس نے پھلیوں میں گول گول اور لذیذ مٹر کس کس کر بھر دیے۔ اوپر سے نیچے تک مٹر کا پودا پھلیوں سے لدا پھندا ہوا کے ساتھ کبھی ادھر دھپ سے گر پڑتا تو کبھی ادھر۔

دونوں دوست صبح کی سیر کے بعد کھیت پر پہنچے۔ مٹر کی پھلیوں کو اس طرح پک کر لہراتا ہوا دیکھا تو ان کے منھ میں پانی آ گیا۔ دونوں سے رہا نہیں گیا۔ انھوں نے مٹر کے پودے سے پھلیوں کو توڑ توڑ کر خوب کھایا۔ کھاتے کھاتے دوپہر ہو گئی۔ نیولے کا پیٹ لمبا تھا۔ اس نے جو بھی کھایا کچھ پتہ نہیں چلا۔ مگر چوہے کا پیٹ چھوٹا تھا۔ اس نے بھی نیولے کے برابر کھا لیا۔ اس کا پیٹ ایک دم پھول گیا۔ دونوں دوست آج بہت خوش تھے۔ بات بات میں دونوں نے ایک بازی لگائی۔

''چلو! دیکھتے ہیں اپنے سوراخ میں کون پہلے گھس جاتا ہے؟'' نیولے نے کہا۔

دیکھتے دیکھتے دونوں دوستوں میں دوڑ شروع ہو گئی۔ نیولے نے سرپٹ دوڑ لگائی۔ چوہے نے بھی اس کا ساتھ دینے کی کوشش کی۔ مگر وہ دوڑ نہیں لگا سکا اور کچھوے کی طرح زمین پر رینگ کر چلتے چلتے اپنے بل کے پاس پہنچ پایا۔ نیولا گڑاپ سے اپنے بل میں گھس گیا۔ چوہا بل میں گھسنے لگا تو اس کا پیٹ بل کے دروازے میں پھنس گیا۔ چوہا تڑپنے لگا۔ نہ آگے جا پا رہا ہے اور نہ پیچھے نکل پا رہا ہے۔ نیولے نے آس پاس آواز لگائی۔ کچھ تگڑے پڑوسیوں کو اکٹھا کیا۔ سب نے کھینچ کھانچ کر کسی طرح چوہے کو باہر نکالا۔ اس کا پورا چہرہ لال پڑ گیا تھا۔ پڑوسی بہت فکر مند ہو گئے۔ اب چوہے کو دوسرا گھر بنانا ہوگا۔ اتنے بھاری بدن کے ساتھ دوسرا گھر بنانا بہت کٹھن تھا۔

نیولے نے کہا ''دوست! اب سے تم میرے ساتھ رہو۔''

مگر چوہے کو ایک فکر ستائے جا رہی تھی۔

''دوست ! میں آپ کے جذبات کی قدر کرتا ہوں ۔مگر غلطی میری ہے کہ میں نے حساب سے باہر کھا لیا، جس کی وجہ سے آج یہ دن دیکھنا پڑ رہا ہے ۔یہ میرا پشتینی گھر ہے ۔میرا جنم کرم اسی گھر میں ہوا ہے ۔میں اپنی غلطی کی وجہ سے اپنا پشتینی گھر نہیں چھوڑ سکتا۔'' چوہے نے بے چارگی سے جواب دیا۔

دونوں نے بہت سوچا۔آخر کار ایک راستہ نکال لیا۔پیٹ کی چمڑی تھوڑی چھیل کر پتلی کر دی جائے تو کام آسان ہو سکتا تھا۔ دوست کا مشورہ چوہے کو پسند آیا۔وہ بڑھئی کے پاس پہنچا، اور بولا۔

''بڑھئی بڑھئی چمڑی چھیل
چمڑی نہ بل میں سمائے
پھلیاں بہت کھائیں
کھائے بنا رہا نہ جائے
پھولے پیٹ سے گھسا نہ جائے۔''

بڑھئی نے کہا:

''میرے پاس صرف لکڑی چھیلنے کے ہتھیار ہیں ۔تمھاری چمڑی چھیلنے کے لئے ہنسیا چاہیے ۔تم لوہار کے پاس جاؤ ۔ وہ تمھاری چمڑی چھیل کر تمھیں سڈول بنا دے گا ۔اور تم آسانی سے اپنے بل میں گھس سکو گے ۔''

چوہا لوہار کے پاس پہنچا اور بولا:

''لوہار لوہار چمڑی چھیل
چمڑی نہ بل میں سمائے
پھلیاں بہت کھائیں
کھائے بنا رہا نہ جائے
پھولے پیٹ سے گھسا نہ جائے۔''

لوہار نے ہنسیا بھٹی میں گرم کیا۔اوزار جب لال رنگ کا ہو گیا تو اس نے چوہے کو سیدھا لِٹا کر اس کے پیٹ کی چمڑی چھیل دی۔ چمڑی چھیلنے سے چوہے کو بہت تکلیف ہونے لگی۔ چوہا ہائے ہائے کرنے لگا:

''مجھے درد سے چھٹکارے کا کوئی راستہ بتاؤ۔'' چوہے نے کراہتے ہوئے کہا۔

''چنے کے کھیت میں جا کر لیٹ جاؤ۔ بار بار کروٹ بدلو۔ جلدی آرام مل جائے گا۔'' لوہار نے مشورہ دیا۔

چوہا جلدی جلدی چنے کے کھیت میں پہنچا۔ چنے کا ایک گھنا اور بڑا سا پیڑ زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اس پر جا کر لیٹ گیا۔ کبھی اُس کروٹ تو کبھی اِس کروٹ ! چنے کا پیڑ نمکین تھا۔ سارا نمک اس کے زخم میں لگ گیا۔ اور وہ درد کی تاب نہ لا کر وہیں مر گیا۔ ◻

♦ ڈاکٹر خوشنودہ نیلوفر، اسسٹنٹ ریجنل ڈائریکٹر، اگنو، آرسی، علیگڑھ یوپی 202001

ابرار اعظمی

جگّو ہاتھی

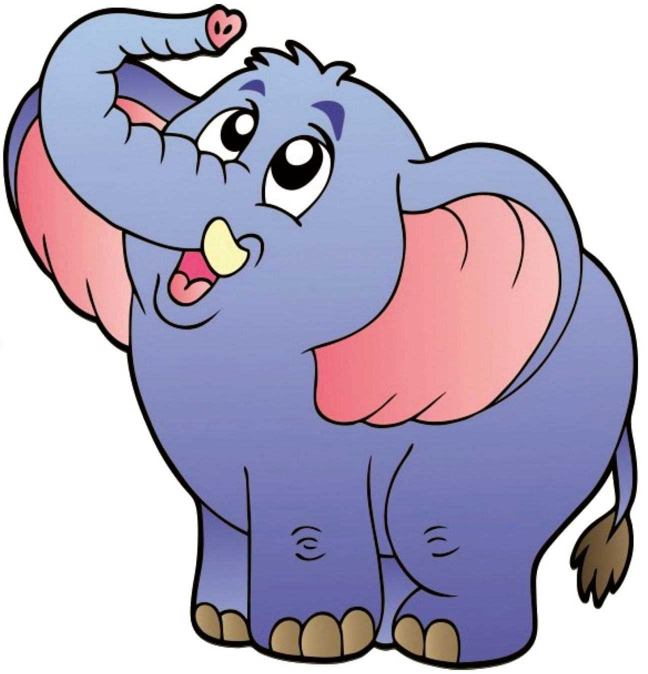

سندر بن میں ایک ہاتھی رہتا تھا جس کا نام تھا جگّو۔ جگّو کو اپنے بھاری بھرکم جسم اور لمبی سونڈ پر بڑا گھمنڈ تھا۔ وہ جنگل کے کمزور اور چھوٹے جانوروں پر اپنی طاقت کا غلط استعمال کرتا تھا۔ اس کے من میں جب آتا وہ جنگل کے کسی کمزور اور چھوٹے جانور کو اپنی سونڈ میں اٹھاتا اور اسے ہوا میں گھما کر کسی ندی یا تالاب میں پھینک دیتا تھا۔ جگّو کے اس ظلم وستم سے جنگل کے سارے جانور بہت ہی پریشان تھے۔

اس کے برتاؤ سے تنگ آکر چھوٹے جانور سندر بن چھوڑ کر دوسرے جنگل میں جانے لگے تھے۔ اپنے ساتھیوں کو اس طرح ہجرت کرتے دیکھ کر گُنی لومڑی بہت دکھی ہوئی۔ اس نے سوچا کہ یہ سب جگّو ہاتھی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ جگّو کو روکنا بہت ضروری ہے۔ ورنہ یہ جنگل ایک دن جانوروں سے خالی ہو جائے گا۔ گُنی لومڑی نے جنگل کے تمام جانوروں کو جمع کیا اور کہا:

''میرے پیارے جنگل واسیو! اس جنگل میں رہنے کا ہم تمام جانوروں کو اتنا ہی حق ہے جتنا کہ جگّو ہاتھی کو ہے۔ یہ جنگل صرف جگّو ہاتھی کا نہیں ہے بلکہ ہم تمام جانوروں نے مل کر اسے بنایا ہے۔ اس لئے اس میں رہنے کا حق ہم تمام جانوروں کو برابر کا ہے۔ ہمیں اپنے حق کی حفاظت کرنی چاہیے اور جگّو ہاتھی کو ان حرکتوں سے روکنا چاہیے۔ میری رائے ہے کہ ہم آج ہی جگّو ہاتھی کے گھر جا کر اس سلسلے میں بات کریں۔'' تمام جانوروں نے گُنی لومڑی کی بات سے اتفاق کیا اور جگّو ہاتھی کے گھر کی طرف چل پڑے۔

تمام جانور جب جگّو ہاتھی کے گھر پہنچ گئے تو گُنی لومڑی نے بہت ہی نرمی سے کہا:

''دیکھو، بڑے بھائی! جو آپ کر رہے ہیں وہ صحیح نہیں ہے۔ کل آپ نے مونو بکرے کے اوپر اپنا پاؤں رکھ دیا جس کی وجہ سے وہ لنگڑا ہو گیا۔ آپ کا اس نے کیا بگاڑا تھا؟ آخر کیوں آپ نے اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا؟ آپ کو اس سے معافی مانگنی چاہیے اور اپنی ان حرکتوں سے باز آ جانا چاہیے۔''

گُنی لومڑی کی بات سن کر جگّو ہاتھی غصّہ سے بھڑک اٹھا۔ اس

نے لومڑی کو اپنی سونڈ میں اٹھایا اور زمین پہ دے مارا ۔بے چاری لومڑی درد سے کراہتی ہوئی بھاگ گئی۔دوسرے جانور بھی مارے ڈر کے ادھرادھر بھاگ گئے۔لیکن گُنی لومڑی نے ہار نہیں مانی۔وہ دوسرے دن پھر جانوروں سے ملنے گئی۔

گولوخرگوش نے کہا:

''گُنی بہن ہم جگّو جیسے گھمنڈی اور مغرور جانور کو بات چیت سے نہیں سمجھا سکتے ہیں اس لیے شکایت سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ہمیں شکایت کی بجائے اور کوئی دوسرا حل تلاش کرنا چاہیے۔''

گُنی لومڑی گولوخرگوش کو ساتھ لے کر بھولو بندر کے پاس گئی ۔

بھولو کیلے بیچ رہا تھا۔اس نے کہا:

''لومڑی بہن میں کیا کرسکتا ہوں۔میں خود اس کے ظلم سے تنگ آچکا ہوں۔جگّو ہاتھی خود میرے کیلے جتنا چاہتا ہے کھالیتا ہے اور پیسے بھی نہیں دیتا ہے۔جب میں پیسہ مانگتا ہوں تو مجھے مار ڈالنے کی دھمکی دیتا ہے۔میں خود پریشان ہوں کہ اس سے کیسے نمٹا جائے؟''

بِندو چیونٹی جو جگّو ہاتھی کے ڈر سے اپنے گھر کے اندر رہنے لگی تھی۔ان تینوں کا شور سن کر باہر نکلی اور پوچھا کیا بات ہے؟ آپ لوگ کہاں جارہے ہیں ۔گُنی لومڑی نے سارا واقعہ بیان کیا۔بِندو چیونٹی نے کہا کہ جگّو ہاتھی کو سبق سکھانا بہت ہی ضروری ہے۔وہ اپنی حد کو پار

کر رہا ہے۔انہوں نے جگّو ہاتھی کو سبق سیکھانے کا ایک منصوبہ بنایا جس سے ہر کوئی متفق تھا۔

منصوبہ کے مطابق بھولو بندر نے اپنی کیلے کی دوکان نرم اور دلدلی زمین پر لگائی ۔جنگل کے ہلکے پھلکے جانور بہت ہی آسانی سے دوکان پر آجارہے تھے۔گُنی، گولواور بِندو بھولو کی دوکان پر بیٹھے جگّو ہاتھی کے آنے انتظار کررہے تھے۔جگّو ہاتھی اپنی دھن میں مست جھومتا ہوا دوکان کی طرف چلا آرہا تھا۔وہ دن بھر کا بھوکا پیاسا کھانے کی تلاش میں ادھرادھر بھٹک رہا تھا۔جیسے ہی اس کی نظر کیلے پر پڑی اس کے منھ میں پانی آگیا۔اس نے سوچا کہ موقع اچھا ہے۔دن بھر کی ساری بھاگ دوڑ اور بھوک پیاس ان کیلوں سے مٹ جائے گی ۔سب سے پہلے میں ان چاروں ذلیل جانوروں کو اپنے سونڈھ میں لپیٹ کر زمین پہ دے ماروں گا۔پھر مزے سے کیلے کھاؤں گا۔

جگّو ہاتھی اپنے اسی خیال میں گم تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا بھولو کی دوکان کی طرف چلا جارہا تھا۔ابھی وہ بھولو کی دوکان پر پہنچ بھی نہ پایا تھا کہ اس کے پیر زمین میں دھنسنے لگے ۔وہ جتنا ہی آگے بڑھنے کی کوشش کرتا اتنا ہی نرم اور ملائم مٹی میں نیچے دھنستا چلا جاتا تھا۔

وہ چنگھاڑنے لگا۔''بچاؤ مجھے بچاؤ۔کوئی ہے جو مجھے بچائے!''

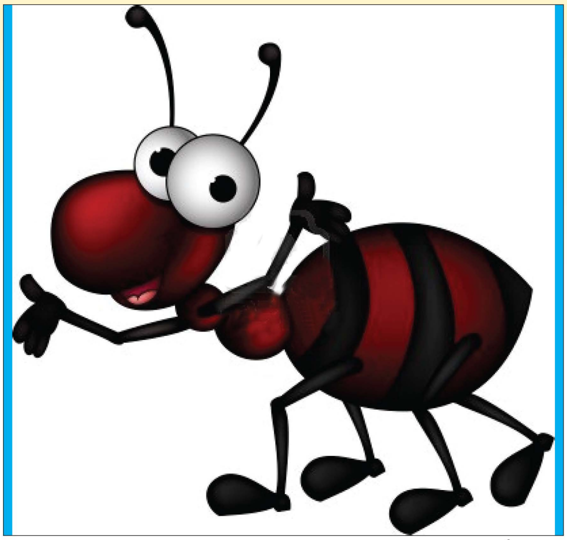

گُنی لومڑی نے کہا ارے بھائی تم چلاّ کیوں رہے ہو؟'' تم تو بہت مضبوط اور طاقتور ہو۔ تم آسانی سے باہر آجاؤ گے۔ ویسے بھی ہم جیسے حقیر اور کمزور جانور تمہاری کیا مدد کرسکیں گے۔''

گولو نے پوچھا، ''ہمیں بتاؤ، تم اب کیسا محسوس کررہے ہو؟''

جگّو ہاتھی کو اپنی غلطی کا اب احساس ہوا۔ وہ اپنے کیے پر بہت شرمندہ تھا۔ اس کی شرمندگی اور بے بسی کو دیکھ کر تمام جانوروں کو اس پر ترس آگیا۔ گُنی، گولو، بھولو اور پندو سب جگّو ہاتھی کے لئے فکر مند ہوگئے اور اسے بچانے کی ترکیبیں سوچنے لگے۔ بھولو بندر نے اونچے درخت پر چڑھ کر چلاّنا شروع کیا۔ گولو اور گُنی نے بجلی کی رفتار سے آس پاس کے

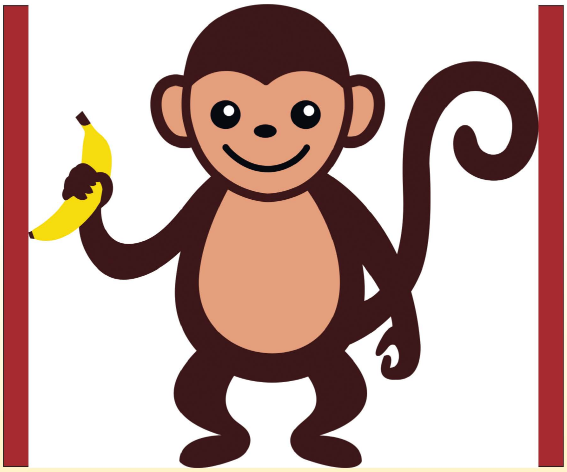

جنگلوں کے جانوروں کو اس کی خبر دی۔ تھوڑی ہی دیر میں جانوروں کی ایک بڑی بھیڑ اکٹھا ہوگئی۔ تمام جانوروں نے مل کر نرم مٹی کو جگّو ہاتھی کے پاس سے ہٹانا شروع کیا۔ بہت جلد ہی جگّو ہاتھی دلدلی مٹی سے باہر نکل آیا۔

جگّو ہاتھی نے ہر ایک سے معافی مانگی۔ اس نے مدد کرنے کے لیے تمام جانوروں کا شکریہ ادا کیا۔ خاص طور پر گُنی لومڑی، گولو خرگوش، بھولو بندر اور پندو چیونٹی کا جنھوں نے اس کی جان بچانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ جگّو ہاتھی نے ان جانوروں کو اپنی پیٹھ پر بیٹھایا اور پورے جنگل کی سیر کرائی۔ سیر کرانے کے بعد وہ جنگل کے جانوروں سے مخاطب ہوا اور بولا:

''میرے پیارے ساتھیو! آج پہلی بار میں نے محسوس کیا ہے کہ

میں دنیا کا سب سے کمزور جانور ہوں۔ میں اکیلے کچھ بھی نہیں کرسکتا ہوں۔ اصل میں طاقت اور مضبوطی تو اتحاد اور پیار میں ہے۔ آپ کے بغیر میں تنہا زندہ بھی نہیں رہ سکتا ہوں۔ میں ایک بار پھر ان تمام جانوروں سے معافی مانگتا ہوں جن کو میں نے کوئی تکلیف پہنچائی ہے۔ اور وعدہ کرتا ہوں کہ ان تمام جانوروں کو واپس لاؤں گا جو میرے ڈر سے جنگل چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔''

دوسری صبح سندر بن ڈھول باجوں اور گیتوں سے گونج رہا تھا اور سارے جانور خوشی سے ناچ گا رہے تھے۔ □

◆ ابرار احمد اعظمی 155 سابرمتی ہاسٹل، جے این یو، نئی دہلی 110067

عادل حیات

وفادار گبرو

ریحان بہت ہی ہونہار لڑکا تھا۔ وہ پڑھنے لکھنے کے ساتھ کھیل کود میں بھی یکساں دلچسپی رکھتا تھا۔ چرند و پرند میں بھی اس کی خاص دلچسپی تھی۔ اس کے پاس طرح طرح کے پرندے تھے۔ کئی نسل کے چوپائے تھے۔ ان ہی میں ایک کتّا بھی تھا۔ جس کا نام اس نے گبرو رکھا تھا۔ ویسے تو گبرو گھر کے تمام افراد سے گھلا ملا ہوا تھا لیکن ریحان سے اسے خاص لگاؤ تھا۔ اس کا خیال رکھنے میں ریحان بھی کوئی کسر نہیں چھوڑتا تھا۔ جب ریحان اسکول میں ہوتا تو گبرو بھی کسی زنجیر سے بندھا اونگھتا رہتا۔ اس کے علاوہ ہر وقت وہ ریحان کے آگے پیچھے دم ہلاتا پھرتا۔ صبح سویرے سیر کے لیے جانے کا وقت ہو یا گھر سے مسجد کا راستہ یا پھر کھیل کا میدان وغیرہ۔ ریحان بھی اسے ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ گبرو اس کا ساتھ چھوڑتا اور نہ ہی ریحان کو اس کے بغیر چین آتا تھا۔ ان دونوں کی دوستی کو لوگ رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ چھوٹی چھوٹی سی باتوں پر ریحان کی لڑائی اپنے ساتھیوں سے ہو جاتی۔ اس وقت گبرو غراتے ہوئے دوسرے لڑکوں پر چڑھ دوڑتا اور گبرو کا خوف ان پر ایسا سوار ہوتا کہ کوئی بھی ریحان سے جھگڑنے کا خیال اپنے دل میں نہ لاتا۔

ریحان کے ساتھیوں میں فضلو نام کا ایک لڑکا تھا جو بری صحبت میں پڑ چکا تھا۔ ریحان کی وجہ سے کئی بار کلاس میں اس کی سبکی ہوئی تھی۔ ریحان چونکہ کلاس میں ہمیشہ ٹاپ کرتا اور کھیل کود میں بھی اس سے بازی مار لیتا، اس لیے ریحان کے ہم جماعت اس پر جان چھڑکتے تھے، یہی حال استادوں کا بھی تھا۔ اس لیے فضلو نہ صرف ریحان سے حسد کرتا تھا بلکہ اس کی جان کا دشمن ہو گیا تھا۔ جب بھی ایسے حالات پیدا ہوتے گبرو دونوں کے درمیان آ جاتا اور نہ چاہتے ہوئے بھی فضلو کو اپنے قدم پیچھے کھینچنے پڑتے لیکن فضلو ہار ماننے والوں میں سے نہیں تھا۔ آئے دن ریحان کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کرتا۔ وہ جماعت کے کئی دوسرے لڑکوں کو ریحان کے خلاف

اکسانے میں کامیاب ہوگیا تھا۔اس طرح اس نے ایک گروہ بنالیا تھا جوریحان کے خلاف لڑائی میں اس کا ساتھ دینے والا تھا۔

ایک دن ریحان سوکر اٹھا تو گبرو کے زور زور سے بھونکنے کی آواز سنائی دی۔شاید وہ گبرو کے بھونکنے کی وجہ ہی سے جاگ گیا تھا۔ گبروکبھی اس طرح سے نہیں بھونکتا تھا۔اسے حیرت ہوئی اورساتھ ہی دل میں خیال آیا کہیں گھر کے اندر چورتونہیں گھس آیا ہے۔ وہ یہی سوچتا ہوابستر سے اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ باہر رم جھم رم جھم پانی برس رہا تھا۔ بارش کے پانی سے فضا نرم ہوگئی تھی۔ ریحان نے

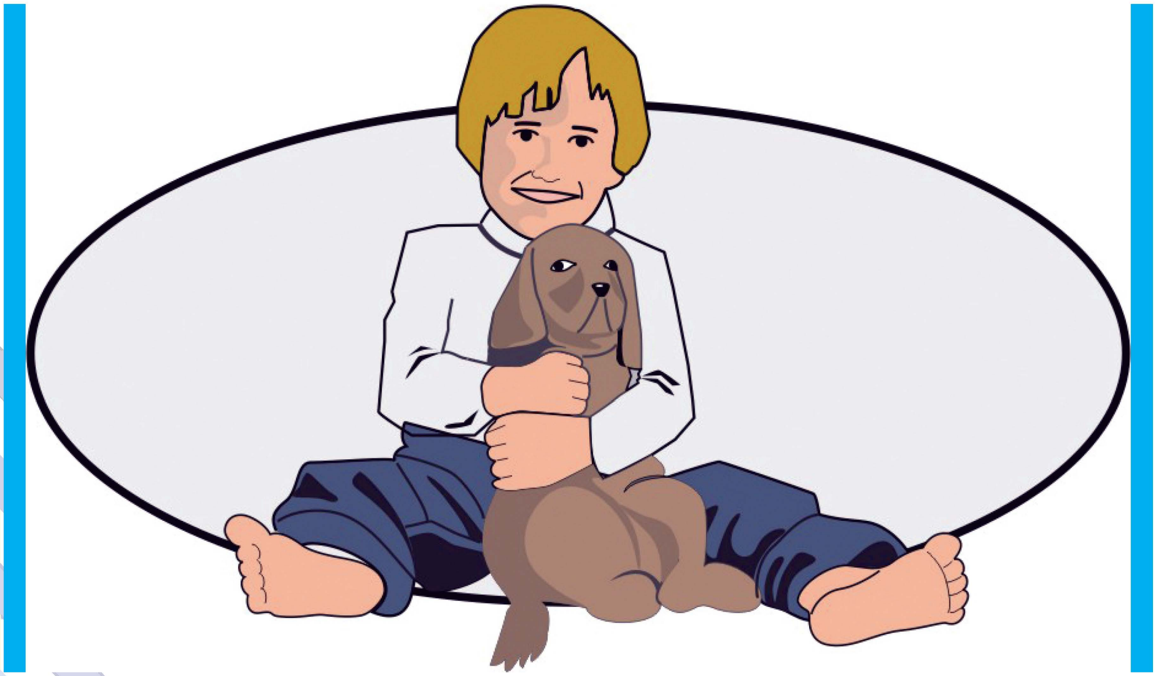

گبروکودیکھا۔سائے میں ہونے کی وجہ سے پانی کی پھواریں اس پر نہیں پڑ رہی تھیں۔ وہ اپنی جگہ پر ہی کھڑا مسلسل بھونکے جارہا تھا۔اس کی نظریں ریحان سے ملیں تو اپنی دُم ہلانے لگا۔ساتھ ہی اس کے بھونکنے کی رفتار بھی تیز ہوگئی۔ ریحان آہستہ آہستہ چلتا ہوا گبرو کے نزدیک پہنچ گیا۔اس نے اپنے دائیں ہاتھ سے گبرو کے سر کو سہلانا شروع کردیا۔ساتھ ہی وہ اِدھر اُدھر بھی دیکھے جارہا تھا لیکن دور دور تک کوئی بھی نظر نہ آیا۔دھیرے دھیرے گبرو کے بھونکنے کی رفتار کم ہوئی اور وہ ریحان کے پیروں میں لوٹیں لگانے لگا تھا۔تھوڑی دیر تک ریحان اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا رہا۔ جب گبرو پوری طرح خاموش ہوگیا تو ریحان نے وہاں سے واپس آکر ہاتھ منہ دھویا اور اسکول جانے کی تیاری کرنے لگا۔

ریحان جیسے ہی اسکول جانے کے لیے گھر سے باہر نکلا گبرو نے ایک بار پھر آسمان سر پر اٹھالیا۔اس کی آواز سن کر گھر کے تمام افراد وہاں جمع ہوگئے۔انہوں نے گبروکو بہلانے پھسلانے کی کوشش کی مگر وہ کسی طرح بھی خاموش نہیں ہوا۔ ریحان کو اسکول جانے میں تاخیر ہورہی تھی چنانچہ وہ اسے اسی حالت میں چھوڑ کر چلا گیا۔وہ راستہ طے کرتے ہوئے گبرو کے بارے میں ہی سوچے جارہا تھا۔جیسے تیسے وہ اسکول پہنچا۔ وہاں سبھی کچھ اسے روزانہ کی طرح ہی لگ رہا تھا۔ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا۔ایک ایک کرکے کئی پیریڈ ختم ہوگئے۔ اس درمیان اس نے محسوس کیا کہ فضلو اسے عام دنوں کے مقابلے عجیب نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ اس کے کچھ دوسرے ہم جماعت بھی اسے گھور رہے تھے۔اس نے کسی کا بھی نوٹس نہیں لیا۔

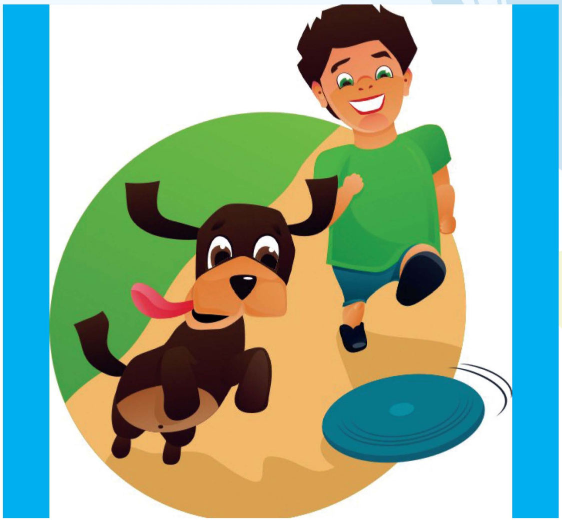

ایک طرف اسے گبرو کا عجیب برتاؤ پریشان کیے جارہا تھا تو دوسری طرف امتحان نزدیک آجانے کی وجہ سے کلاسیں اہم ہوگئیں تھیں۔ چنانچہ وہ اپنا زیادہ تر دھیان اپنی پڑھائی لکھائی پر لگانا چاہتا تھا۔

شام کے تقریباً چار بجے چھٹی کا گھنٹا بجا۔ روزانہ کی طرح اس نے اپنے بستے کو کاندھے پر رکھا اور آہستہ آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے گھر کی طرف آنے لگا۔ راستے میں ایک سنسان جگہ سے گزرتے ہوئے اسے آہٹ سی محسوس ہوئی۔ اس نے چاروں طرف دیکھا مگر کوئی بھی نظر نہیں آیا۔ اسے وہم سمجھ کر آگے بڑھا۔ پھر سے وہی آہٹ سنائی دی۔ اس نے دوبارہ پیچھے مڑ کر دیکھا۔ گھنے جنگل سے فضلو کے ساتھ اس کے دوسرے ہم جماعت آتے ہوئے دکھائی دیے۔ اچانک اسے خطرے کا احساس ہوا۔ وہ تیزی کے ساتھ بھاگنے لگا۔ فضلو اور اس کے دوسرے ساتھ بھی پیچھے سے دوڑے۔ انہوں نے چند ہی قدم پر ریحان کو جالیا اور اس کے کالر کو پکڑتے ہوئے کہنے لگے:

''کیوں بے..... قابلیت دکھاتا ہے..... اسکول سے کھیل کے میدان تک ہمیں ذلیل کرتا ہے..... تیری وجہ سے لڑکوں سے لے کر ٹیچر تک ہمیں حقارت سے دیکھتے ہیں..... آج ہم تیری ہیکڑی نکال دیں گے..... جب تو ہی نہیں رہے گا تو کون اپنی قابلیت دیکھائے گا.....اور ہم ذلیل ہونے سے بچ جائیں گے۔''

انہوں نے اتنا کہہ کر ریحان کو لاتوں اور گھونسوں سے مارنا شروع دیے اور وہ ان کے چنگل میں پھنسا بڑی طرح سے چھٹپٹانے لگا۔ کبھی کبھی مدد کے لیے اس کی آوازیں بھی بلند ہوئیں لیکن دور دور تک کسی کا پتہ نہیں تھا۔ ایسے میں بھلا کون اس کی مدد کو آتا۔ وہ مار کھاتا اور چلاتا رہا۔ آخر اتنے سارے لڑکوں کے درمیان وہ اکیلا کر بھی کیا سکتا تھا۔

ادھر گبرو تھا کہ بھونکے ہی جارہا تھا۔ اس کی حرکتوں کو دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے زنجیر توڑ کر بھاگ جانے کی کوشش کر رہا ہو۔ اس کے پاس جانے سے گھر کے افراد خوف محسوس کرنے لگے تھے۔ مسلسل کوششوں نے آخر کار گبرو کو کامیاب کرہی دیا۔ اس کی زنجیر ٹوٹ گئی اور وہ تیزی سے باہر کی طرف بھاگا۔ تقریباً چھ فٹ اونچے آہنی پھاٹک کو پھلانگتا ہوا تارکول کی کالی سڑک پر گم ہوگیا۔ اس کے پیچھے پیچھے گھر کے لوگ بھی دوڑے۔ مگر وہ نظروں سے اوجھل ہوچکا تھا۔

فضلو اور اس کے ساتھی ریحان کو مرا ہوا سمجھ کر کے جنگل میں پتوں کے درمیان چھپانے کی کوشش کر رہے تھے کہ اچانک گبرو نے ان پر حملہ کردیا۔ وہ لوگ گبرو کے حملے کی تاب نہ لاسکے اور ایک ایک کر کے وہاں سے بھاگنے میں کامیاب ہوگئے۔ ان میں سے ایک لڑکا جاتے جاتے گبرو کو چاقو سے گھائل بھی کرگیا۔ گبرو گھائل ہوجانے کے بعد بھی کچھ دور تک ان کا پیچھا کرتا رہا۔ اس کے بعد وہ لوٹ آیا۔ اس نے ریحان کے جسم کو سر سے پیر تک سونگھا۔ پھر اس کی ناک کے پاس

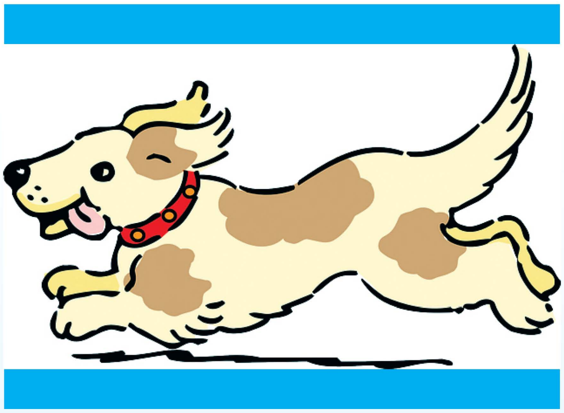

اپنے منہ کو لے جاکر گہری گہری سانسیں لینے لگا اور اپنے سر کو اٹھا کر چاروں طرف دیکھتا رہا۔ اچانک وہ گھوما اور سڑک کی جانب دوڑنے لگا۔ اسے گھر کے کچھ افراد آتے ہوئے دکھائی دیے۔ جو اس کا پیچھا کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے تھے۔ وہ ان کے پاس پہنچ گیا اور ان میں سے ایک کی پینٹ کو اپنے دانتوں سے پکڑ کر جنگل کی طرف کھینچنے لگا۔ وہ لوگ بھی کسی انجانے خوف سے سہم گئے اور گبرو کے بتائے ہوئے راستے پر تیزی کے ساتھ چلنے لگے۔ جب گھنے جنگل میں پہنچے تو پتیوں کے درمیان ریحان مردہ حالت میں پڑا ہوا دکھائی دیا۔ وہ لوگ اور گھبرا گئے۔ ان میں سے ایک شخص نے ریحان کی نفس ٹٹولی اور اس کے سینے پر کان رکھ کر کچھ سننے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے تھوڑی دیر بعد اپنا سر اٹھایا اور دوسروں کو مخاطب کرکے کہنے لگا:

''سانسیں چل رہی ہیں..... ہمیں اسے جلدی سے کسی اسپتال میں لے جانا چاہیے۔''

''ہاں ..... ہاں جلدی کرو۔''

سبھی لوگ اسے اٹھا کر لے جانے لگے۔ گبرو بھی ان کے پیچھے پیچھے تھا۔ اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں اور وہ بہت ہی چاق و چوبند دکھائی دے رہا تھا۔ سب لوگ ریحان کو لیے ہوئے قریب کے اسپتال پہنچ گئے۔ اس درمیان پولس بھی وہاں آگئی۔ اس نے سبھی لوگوں کا بیان لیا۔ انہیں جو کچھ بھی معلوم تھا وہ پولس انسپکٹر کو بتانے لگے۔ ساتھ ہی گبرو کی تعریف کرتے ہوئے اس کی ہوشیاری اور مستعدی کا ماجرا بھی کہہ سنایا۔ پولس انسپکٹر گبرو سے کافی متاثر ہوا اور اس کی پیٹھ کو سہلاتے ہوئے کہنے لگا:

''واقعی گبرو تم وفادار اور ہمت والے ہو... تم نے اپنی ہوشیاری اور مستعدی سے اپنے مالک کی جان بچائی... ان بدمعاشوں کو اور پکڑوا دو..... جنھوں نے یہ حرکت کی ہے۔''

پولس انسپکٹر کی باتوں کو سن کی گبرو بھونکتے ہوئے ایک طرف بڑھا۔ پولس انسپکٹر نے بھی اسی جانب اپنے قدم بڑھائے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ سب فضلو کے گھر کے سامنے تھے۔ پولس انسپکٹر نے دروازے کو دھکّا دیا۔ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔ اس لیے ایک دھکّے میں ہی اس کے دونوں پٹ کھل گئے۔ آناً فاناً گھر کی تلاشی لی گئی۔ فضلو کو اپنے خون آلود کپڑے تبدیل کرتے ہوئے گرفتار کرلیا گیا اور اس کے بیان سے دوسرے لڑکے بھی گرفت میں آگئے۔

ضروری کاروائی کرنے کے بعد کے عدالت نے فضلو اور اس کے ساتھیوں کوئی سال کے لیے بچوں کی اس جیل میں بھیج دیا جہاں بگڑے ہوئے بچوں کی اصلاح کی جاتی ہے۔ ریحان صحیح وقت پر علاج کی سہولت مل جانے اور ڈاکٹروں کی اچھی دیکھ بھال کی بدولت جلد ہی صحت یاب ہوگیا۔

اسے جب گبرو کی وفاداری کے بارے میں پتہ چلا تو وہ کافی متاثر ہوا اور اس سے لپٹ کر دیر تک روتا رہا۔ گبرو بھی اس کے کاندھے پر سر رکھ کر اپنی بے لوث محبت کا ثبوت دینے لگا۔ ان دونوں کو اس حالت میں دیکھ کر وہاں پر موجود تمام لوگوں کی آنکھوں میں آنسوؤں کے قطرے جھلملانے لگے اور تھوڑی دیر کے لیے ماحول سوگوار سا ہوگیا۔ □

♦ ڈاکٹر عادل حیات 37/89 گراؤنڈ فلور
وڈ سائڈ اپارٹمنٹ ایس نمبر 10 غفار منزل جامعہ نگرنئی دہلی 110025

سارہ احمد

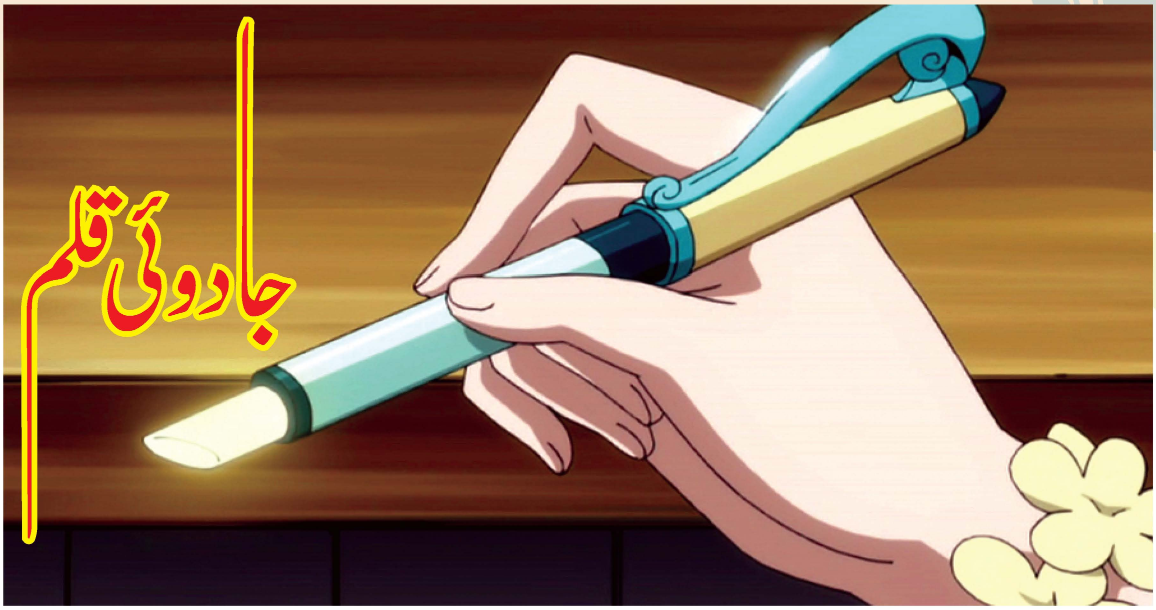

جادوئی قلم

حامد ایک ہوشیار اور قابل بچّہ تھا اُس کے سارے استاد اس سے بہت خوش تھے اور اس کے ماں باپ بھی اس سے مطمئن رہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اس کا داخلہ ایک اچھے اسکول میں کرا دیا۔ حامد بہت خوش تھا کہ اس کے ماں باپ نے اس کا داخلہ شہر کے ایک اچھے میں کرایا ہے جہاں اب اس کو اور اچھی تعلیم ملے گی۔ اسے معلوم تھا کہ ایسے اسکولوں میں بچّوں کا داخلہ بہت مشکل سے ہوتا ہے کیونکہ ان کی فیس اتنی زیادہ ہوتی ہیں کہ اسے ادا کرنا ہر ماں باپ کے بس میں نہیں ہوتا۔

اس نے یہ خبر اپنے دوستوں ریحان، علی اور عمر کو سنائی۔ ریحان اور علی بہت خوش ہوئے اور حامد کو مبارک باد دی، لیکن عمر کو جلن ہوئی۔ اس نے کہا، ''ایسے اسکولوں میں داخلہ ملنا کون سا بڑا کام ہے؟ تم اچھے نمبر لا کر دکھاؤ تو ہم جانیں۔''

ریحان نے کہا، ''ہاں وہاں تو بہت سخت پڑھائی ہوگی۔ میں نے سنا ہے جو چیزیں ہمارے اسکول میں تیسرے درجے میں پڑھاتے ہیں وہاں وہ پہلے درجے میں پڑھائی جا چکی ہوتی ہیں۔ ثاقب بے چارہ بھی تو بہت پریشان ہوا تھا اسی لئے وہ واپس آ گیا تھا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اپنی پوزیشن ہی کھو دو۔''

دوستوں کی ان باتوں کو سن کر حامد بہت پریشان ہو گیا۔ شام کو دوستوں کے پاس سے گھر آیا تو ماں نے اس کا اُترا ہوا چہرہ دیکھ کر اس کی پریشانی کی وجہ دریافت کی۔ اس نے دوستوں کی ساری باتیں ماں کو سنائیں۔ ماں نے پیار سے حامد کے گال چھوئے اور ہنس کر بولیں، "نہیں میرے چاند! اتنا بھی مشکل نہیں جتنا تم سمجھ رہے ہو۔ ہمیں پتہ ہے کہ تم محنت کرو گے تو اپنے نئے اسکول میں بھی ایسے ہی اچھے نمبر لاؤ گے۔''

اُس وقت تو اسے اطمینان ہو گیا مگر سوتے وقت دوبارہ عمر کی بات یاد آئی اور وہ گھبرانے لگا کہ اگر ثاقب کی طرح وہ بھی ناکام ہوا تو کیا ہوگا؟ اسی خوف میں مبتلا رہ کر کچھ دیر کے لئے نیند آئی تو اُس میں بھی بُرا ہی خواب دیکھا۔

حامد نے جب اسکول جانا شروع کیا تو وہ کچھ دنوں تک ڈرا ڈرا رہا کیونکہ کورس کی کتابیں مشکل تھیں اب اس کا دوستوں کے ساتھ کرکٹ کھیلنے میں بھی دل نہیں لگتا تھا وہ اب زیادہ تر پڑھتا رہتا تھا اور جیسے جیسے امتحان کے دن پاس آ رہے تھے اس کا ڈر بڑھتا جا رہا تھا۔

اس کے انگریزی ٹیچر کاشف صاحب، بہت دن سے اس کو پریشان دیکھ رہے تھے۔ اتفاق سے وہ کھانے کے وقفے میں اپنے کلاس میں اکیلا بیٹھا مل گیا۔ کاشف سر کو دیکھ کر وہ جلدی سے کھڑا ہو گیا اور ان کو سلام کیا۔ کاشف صاحب نے سلام کا جواب دیا اور اسے ہاتھ کے اشارے سے بیٹھنے کو کہا پھر وہ اس کے پاس بیٹھ کر بولے:

”بیٹا! لگتا ہے تم کسی بات کے لیے پریشان ہو۔ میں شروع سے تم کو پریشان سا دیکھ رہا ہوں۔ دوسرے بچّوں کی طرح باہر کھیلنے بھی نہیں جاتے۔“

حامد نے سر جُھکا کر اپنی تمام پریشانی کاشف سر کو بتادی۔ وہ سب بات سمجھ گئے کیونکہ انہوں نے حامد کا رِپورٹ کارڈ بھی دیکھا تھا۔

کچھ دیر سوچنے کے بعد انھوں نے اپنے بیگ سے ایک قلم نکالا جو حامد کو کچھ علیحدہ قسم کا لگا کیونکہ اس نے کبھی اس طرح کا قلم نہیں دیکھا تھا۔ پھر وہ کہنے لگے:

” یہ ایک جادوئی قلم ہے۔ جب سے میرے پاس ہے میں ہر امتحان میں کامیاب ہوتا رہا ہوں۔ لو، اسے اپنے پاس رکھو۔ شاید یہ تمھارا بھی ساتھ دے۔ خوب محنت کرو اور جو بھی امتحان میں لکھنا ہو اسی سے لکھنا، پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے۔ مگر ہاں، بعد میں قلم ضرور لوٹا دینا تاکہ یہ آگے بھی کام آتا رہے۔“

قلم اسے پہلے سے ہی عجیب سا لگ رہا تھا اور کاشف سر نے یہ سب کہا تو اسے یقین ہو گیا کہ وہ واقعی کوئی کراماتی قلم ہے۔ اس نے قلم لے لیا اور سر کا شکریہ ادا کر اپنی کلاس کی طرف چل دیا۔ چھٹّی ہونے پر وہ خوش خوش گھر آیا تو ماں بھی اسے دیکھ کر خوش ہو گئیں۔ شام کو ابّا دفتر سے گھر آئے تو ان کو بھی حامد پہلے سے مختلف لگا۔ ماں نے کہا شاید کسی ٹیچر نے حامد کی تعریف کی ہے اس لئے اس کا ڈر دور ہو گیا ہے۔

حامد پہلے کی طرح اپنی پڑھائی کرنے لگا ماں باپ بھی مطمئن تھے اور کاشف سر بھی۔ کچھ ہی دن کے بعد امتحان بھی شروع ہو گئے۔ حامد ہر پرچے میں قلم لے جانا یاد رکھتا تھا اور کبھی بھی ایسا نہ ہونے دیتا کہ اس کی روشنائی ختم ہو جائے جس کی وجہ سے اسے کسی دوسرے قلم سے لکھنا پڑ جائے۔ اس کے سبھی پرچے اچھے ہو رہے تھے۔ ریحان اور علی کبھی کبھی اس سے ملنے گھر آجاتے تھے امتحان میں حامد پورا دن گھر پر ہی رہا کرتا تھا۔ پہلے دوستوں سے اسکول میں ملاقات ہو جایا کرتی تھی پر اب وہ دوسرے اسکول میں تھا۔ دوستوں کی آمد پر حامد خوش ہو جایا کرتا تھا۔ امتحان ختم ہوئے اور چھٹیاں شروع ہو گئیں تو اس نے قلم سنبھال کر رکھ دیا۔ اب وہ دوستوں کے ساتھ کھیلنے جانے لگا۔ رِزلٹ آنے میں دس دن باقی رہ گئے تھے، کرکٹ کھیلنے کے دوران عمر نے پوچھا:

”حامد تمہارے امتحان کیسا رہا؟“

”بہت اچھا“، حامد نے جواب دیا۔

عمر پھر جل گیا اور کہنے لگا ابھی رِزلٹ کب آیا ہے جب آئے گا تب معلوم ہوگا۔ یہ کہہ کر وہ اس کے کندھے پر ہلکے سے ہاتھ مار کر آگے بڑھ گیا۔

حامد تھوڑا پریشان ہوا تو علی نے کہا:

’’پریشان نہ ہو یار یہ بس تم سے جل گیا ہے اور کچھ نہیں۔‘‘

ریحان نے بھی حامی بھری اور بولا:

’’ہمیں معلوم ہے اس بار بھی تم ہی اوّل رہو گے۔ تم نے محنت کی ہے اور دادا جی کہتے ہیں محنت کرنے سے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔‘‘

ان باتوں سے حامد کو اطمینان سا ہو گیا اور وہ لوگ پھر سے کھیلنے میں مشغول ہو گئے۔

آج رِزلٹ کا دن تھا۔ وہ اپنے والدین کے ساتھ اسکول آیا تھا اور یاد کر کے قلم بھی ساتھ رکھ لیا تھا۔ لیکن وہ اس خیال سے اداس بھی تھا کہ آج اُسے قلم لوٹانا ہے۔ رزلٹ اس کی امید سے بھی اچھا تھا۔ اس سے زیادہ خوش اس کے ماں باپ تھے۔

کاشف سر کو قلم لوٹانے کے لیے وہ ماں اور ابّا کو کلاس ٹیچر کے پاس چھوڑ کر کاشف سر کے پاس آ گیا۔ وہ اس وقت اکیلے تھے اور اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ رِزلٹ کے بارے میں پوچھا۔

’’بہت اچھا رہا سر!‘‘ اس نے جواب دیا اور جیب سے قلم نکال کر ان کو دیتے ہوئے بولا، ’’یہ سچ مچ ایک جادوئی قلم ہے۔‘‘

اس پر کاشف سر زور سے ہنسنے لگے۔ حامد حیرت سے انھیں دیکھنے لگا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ آخر سر بولے ’’یہ تو ایک عام قلموں جیسا ہی معمولی قلم ہے۔ بس فرق یہ ہے کہ اس کو میں باہر سے لایا ہوں۔ اس لیے دیکھنے میں یہ قلم دوسرے قلموں سے علیحدہ دکھائی دیتا ہے۔‘‘

انہوں نے اُسی جیسا ایک دوسرا قلم جیب سے نکالا جس کا رنگ پہلے قلم سے مختلف تھا اور کہنے لگے:

’’رِزلٹ تمہاری محنت کی وجہ سے اچھا آیا ہے۔ کسی اور جادو سے نہیں۔ یہ قلم تو میں نے تمہارے ڈر کو دور کرنے کے لیے جادوئی قلم بتا کر دیا تھا۔‘‘

حامد اُن کی طرف دیکھتا رہ گیا۔ اسے یوں لگا جیسے اپنے آپ کئی پردے اس کی آنکھوں سے ہٹتے جا رہے ہیں۔ ▫

◆ سارہ احمد C-2 نسیم منزل مدح گنج پولیس چوکی سیتاپور روڈ، لکھنؤ 226020

غضنفر علی

بطّخ کا بچّہ

بطّخ کا اک بچّہ پکڑے
آنگن سے اک بلّی بھاگی
بلّی پیچھے کتّا دوڑا
چھّو منّو، گڈّو، پپّو
کلّو، ملّو سارے بچّے
بلّا لے کر پیچھے دوڑے
ساتھ میں دوڑیں شنّو اپّی
گڈّا گڈّی لے کر اپنے

ننھی منّی چنّی دوڑی
ابّا دوڑے، امّی دوڑیں
دوڑے ڈبّو چچّا بھی
اچھّن بھائی، کلّن بھائی
چھٹّن بھائی منّن بھائی
پیچھے پیچھے وہ بھی دوڑے
بلّی رک کر غرّائی
شیر کی خالہ لہرائی

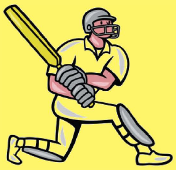

آنکھیں اپنی چمکائیں
نیلی توپیں دمکائیں
ہمّت سب کی تھرّائی
صورت اک اک مرجھائی
کتّا دم کو دبا کر بھاگا
بلّی سے گھبرا کر بھاگا
دیکھ یہ منظر سب گھبرائے
بطّخ کو اب کون بچائے

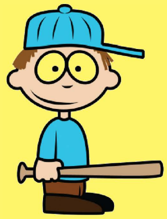

♦ پروفیسر غضنفر علی ٹی ٹی آئی بلڈنگ جامعہ ملیہ اسلامیہ جامعہ نگر نئی دہلی۔ 110025

اپریل واقعات کے آئینے میں

ادارہ

اپریل شمسی سال کے گریگورین کیلنڈر کا چوتھا مگر اس سے پہلے رائج جولین کیلنڈر کا پانچواں مہینہ ہے اور یہ سال کے 30 دنوں والے چار مہینوں میں سے ایک ہے۔ دنیا بھر کے موسم کا حساب کتاب سامنے رکھا جائے تو جولائی کے بعد اپریل سب سے زیادہ بارش کا مہینہ ہے۔ یہ اسی روز شروع ہوتا ہے جس سے جولائی کی شروعات ہوتی ہے۔ اسی طرح اپریل اس روز تمام ہوتا ہے جس روز دسمبر کی آخری تاریخ ہوتی ہو۔ روم کے لوگوں نے اس مہینے کو اپریلیس aprilis کا لاطینی نام دیا تھا۔ یہ لفظ aperire سے بنا ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کا کھلنا to open۔ اپریل میں پت جھڑ کے بعد پیڑ اوران کے پھول کھل کر سامنے آتے ہیں اسی وجہ سے غالباً اسے april کہا گیا۔ ابتدائی رومن کیلنڈر میں اپریل سال کا دوسرا مہینہ ہوا کرتا تھا۔ مگر جب حضرت عیسیٰ سے 700 سال پہلے بادشاہ پومپیلیس نے جینوریس اور فیبر وریس کے نام پر جنوری کو سال کا پہلا اور فروری کو دوسرا مہینہ قرار دیا تو اپریل چوتھے نمبر پر کھسک گیا۔

اپریل فول ڈے: اس مہینے کا ایک ظریفانہ یا مزاحیہ پہلو بھی ہے اور وہ یہ کہ اس کی پہلی تاریخ کو دنیا بھر میں 'اپریل فول' منایا جاتا ہے۔ ویسے اس دن کی تعطیل کہیں نہیں ہوتی۔ جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے اس روز لوگ ایک دوسرے سے مذاق کرتے ہیں، جھوٹی

خبریں پھیلا کر، جھوٹی اطلاعات دے کر بے وقوف بناتے ہیں۔ بنیادی طور پر یہ یوروپ کا تہوار ہے لیکن اس کی شروعات کب، کیسے اور کہاں ہوئی، اس بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

اب اس مہینے میں دنیا بھر میں پیش آنے والے چند اہم واقعات پر نظر ڈالتے ہیں۔

یکم اپریل: 1936 اڑیسہ کو غلام ہندوستان میں انگریز حکومت کا صوبہ قرار دیا گیا۔ ♦ 1944 میں جاپان نے دوسری عالمی جنگ کے دوران مشرقی ہندوستان میں جسامی Jessami پر قبضہ کرلیا۔

2 اپریل: 1755 کو کموڈور ولیم جیمس نے ہندوستان کے مغربی ساحل پر سمندری لٹیروں کے قلعے سورن درگ پر قبضہ کرلیا۔ ♦ 1970 میں میگھالیہ آسام کے تحت ایک خودمختار صوبہ بن گیا۔ ♦ 1840 میں فرانسیسی مصنف ایملی زولا کی پیرس میں پیدائش ہوئی۔ اس کے کام میں 20 کتابوں کی سیریز بھی شامل ہے جو، روگن میکارٹ کے ناول کے نام سے مشہور ہوئی تھی۔

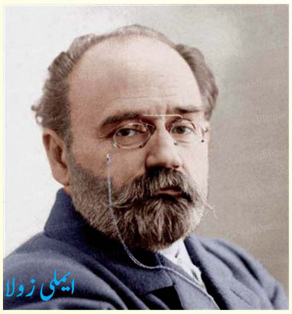
ایملی زولا

3 اپریل: 1680 کو مراٹھا حکومت کے بانی چھترپتی شواجی مہاراج کا انتقال ہوگیا۔

4 اپریل: 1905 کو ہماچل پردیش کے ضلع کانگڑہ میں زلزلے سے

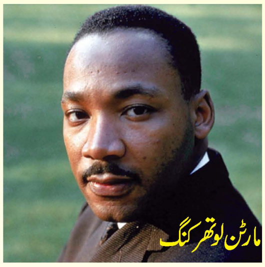
مارٹن لوتھر کنگ

20 ہزار لوگوں کی موت ہوگئی۔ ♦ 2013 میں ممبئی کے تھانے شہر میں اجازت کے بغیر بنائی گئی ایک عمارت کے گرنے سے 74 لوگ ہلاک ہوگئے۔ ♦

1968 میں شہری اور انسانی حقوق کے لیے لڑنے والے رہنما ڈاکٹر مارٹن لوتھر کنگ کو مفس (امریکہ) میں قتل کر دیا گیا۔ انھوں نے امریکہ میں رنگ اور نسل پرستی کے خلاف آواز اٹھائی تھی، جس کے لیے انھیں 1964 میں نوبل پرائز دیا گیا تھا۔ 1963 میں انھوں نے شہری حقوق کے لیے واشنگٹن میں ہونے والے مارچ میں ایک زبردست تقریر کی تھی جسے I have a dream کے عنوان سے جانا جاتا ہے۔ 1986 میں امریکی کانگریس نے ان کی یاد میں ہر سال جنوری کے تیسرے پیر کو قومی تعطیل قرار دیا۔

5 اپریل: 1920 کو مشہور انگریزی ناول نگار آرتھر ہیلی بریڈفورڈ شائر انگلینڈ میں پیدا ہوئے۔ ان کے لکھے گئے ناول، منی چینجر، ائرپورٹ، ہوٹل، وہیل، میڈیسین وغیرہ دنیا بھر میں مشہور ہوئے۔ آرتھر ہیلی کسی بھی شعبے، مثلاً شہری پرواز، بنکنگ، طب، میڈیا، سیاست وغیرہ کو پس منظر بنا کر ناول لکھنے کے ماہر تھے۔

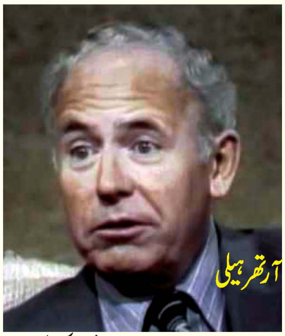
آرتھر ہیلی

6 اپریل: 1966 کو مشہور ہندوستانی تیراک مہر سین نے سری لنکا اور ہندوستان کے درمیان پاک آبنائے یعنی Palk strait کو تیر کر پار کیا۔ آبنائے، پانی کے اس راستے یا پٹی کو کہتے ہیں جو دو بڑے سمندری حصوں کو آپس میں ملاتا ہو۔ ♦

مہر سین

1896 میں اس دن یونان کے شہر ایتھنس میں پندرہ سو سال بعد جدید دور کے پہلے اولمپک کھیلوں کی شروعات ہوئی۔ ♦ 1994 میں روانڈا اور برونڈی کے صدور کو لے جانے والا ہوائی جہاز مار گرایا گیا جس کے بعد روانڈا میں نسل کشی شروع ہوگئی۔ دونوں صدر ہوتو اور توتسی قبیلوں میں عرصے سے جاری خونریزی کو بند کرنے کے طریقوں پر غور کرنے جا رہے تھے۔ اس واقعے کے بعد روانڈا والوں نے نسل کشی شروع کر دی جس میں دونوں قبیلوں کے 5 لاکھ لوگ مارے گئے اور بیس لاکھ سے زیادہ ملک چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بعض رپورٹوں میں مرنے والے توتسی قبیلے کے لوگوں کی تعداد 8 لاکھ بتائی گئی۔ ♦

روانڈا میں نسل کشی کا ایک بھیانک منظر

1487 میں اس روز مشہور آرٹسٹ رافیل کی اٹلی کے شہر اربینو میں پیدائش ہوئی۔ اس کی تصویروں میں تقریباً 3 سو وہ تصویریں شامل ہیں جو میڈونا کے موضوع پر بنائی گئیں۔ اپنی سینتیسویں سالگرہ کے دن اس کی موت ہوگئی۔

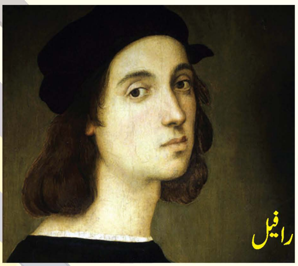
رافیل

7 اپریل: 1934 کو مہاتما گاندھی نے سول نافرمانی کی اپنی تحریک تشدد کی وجہ سے معطل کر دی۔ ♦

1506 میں ہندوستان، ملایا اور جاپان کے لیے بھیجے گئے عیسائی مشنری سینٹ فرانسس زیوئیر کی

سینٹ فرانسس زیوئیر ◄

ولادت ہوئی۔ ♦ 1920 میں مشہور ستار نواز موسیقار پنڈت روی شنکر وارانسی میں پیدا ہوئے۔

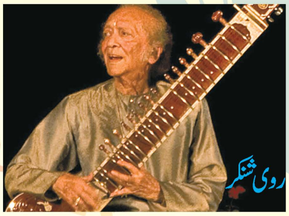
روی شنکر

♦ 1712 میں نیویارک سٹی میں 27 سیاہ فام غلاموں نے اس وقت بغاوت کر کے 9 گوروں کو مار ڈالا

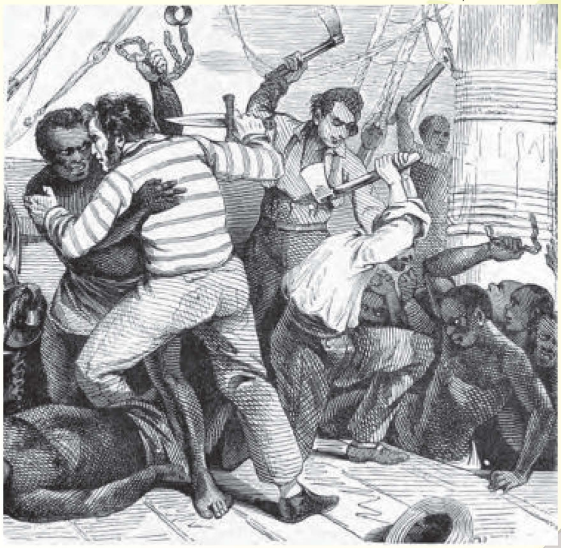

جب وہ ان کی جلائی ہوئی آگ کو بجھا رہے تھے۔ باغیوں کو پکڑنے کے لیے سپاہی بلائے گئے اور 21 غلاموں کو سزائے موت دے دی گئی جب کہ 6 نے خودکشی کر لی۔

8 اپریل: 1985 کو ہندوستان نے بھوپال ٹریجیڈی کے سلسلے میں یونین کاربائیڈ کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔ اس سانحے میں کئی ہزار لوگوں کی موت ہوگئی تھی۔ ♦ 1759 میں انگریزوں نے مچھلی پٹنم سے فرانسیسیوں کو بھگا دیا۔

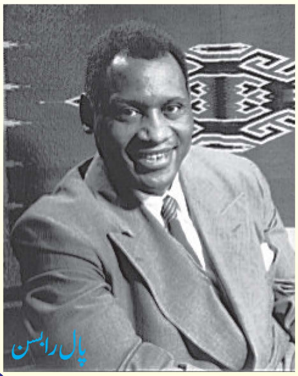
پال رابسن

9 اپریل: 1783 کو سلطان ٹیپو نے بیڈنور سے انگریزوں کو نکال باہر کیا۔ ♦ 1965 میں اس روز سرحد پر ہندوستان اور پاکستان کے درمیان لڑائی چھڑ گئی۔ ♦ 1898 میں مشہور امریکی اداکار اور گلوکار پال رابسن کی پرنسٹن نیوجرسی (امریکہ) میں پیدائش ہوئی۔ فلم دی ایمپرر جونز میں اداکاری کے لیے وہ بے حد مشہور ہوئے۔ 1950 کی دہائی میں امریکہ میں کمیونسٹوں کے خلاف پھیلے ہوئے پاگل پن کے دنوں میں رابسن کا امریکہ میں داخلہ صرف اس لیے روک دیا گیا کہ انھوں نے ایک حلف نامے پر دستخط سے انکار کر دیا تھا جس میں انھیں یہ حلفیہ بیان دینا تھا کہ وہ کمیونسٹ پارٹی کے ممبر رہ چکے ہیں یا نہیں۔

10 اپریل: 1995 ہندوستان کے پہلے غیر کانگریسی وزیر اعظم مرارجی ڈیسائی کا انتقال ہو گیا۔ ♦ 1847 میں جوزف پلٹزر کی بڈاپسٹ ہنگری میں پیدائش ہوئی۔ 1864 میں امریکہ آنے کے بعد انھوں نے صحافت اور کتابیں چھاپنے کو اپنا پیشہ بنایا۔ کولمبیا یونیورسٹی میں جرنلزم اسکول قائم کرنے کے علاوہ انھوں نے ایک خاص فنڈ بھی بنایا جو ہر سال صحافت میں بہترین کام کے لیے پلٹزر ایوارڈ دیتا ہے۔

مرارجی دیسائی

11 اپریل: 1955 کو ائیر انڈیا کا ہوائی جہاز کشمیر پرنس کئی صحافیوں اور افسروں کو لے کر بنڈونگ (انڈونیشیا) کانفرنس کے لیے روانہ ہوا تو اس پر رکھا ہوا ٹائم بم پھٹنے سے جہاز پر سوار 16 لوگ ہلاک ہو گئے اور ہوائی جہاز چینی سمندر میں گر کر ڈوب گیا۔ اس جہاز پر چین کے وزیر اعظم چاؤ این لائی بھی جانے والے تھے اور ان ہی کو قتل کرنے کے لیے چین کے ڈکٹیٹر چیانگ کائی شیک کی حکومت نے اپنے جاسوسوں سے جہاز پر بم

چاؤاین لائی

اپولو13 کی ایک خیالی تصویر

رکھوایا تھا۔ لیکن پرواز سے کچھ پہلے چاؤ این لائی کا پروگرام بدل گیا۔ کہتے ہیں انھیں اپنے قتل کی سازش کا پتہ لگ گیا تھا اس لیے انھوں نے زائد آنت کے آپریشن کے بہانے ہوائی سفر ملتوی کر دیا۔ اس کے باوجود چاؤ این لائی نے طیارے پر سوار چینی اور دوسرے صحافیوں کو بچانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ ♦ 1970 میں کیپ کینیڈی سے خلا میں بھیجے گئے جہاز اپولو13 کے سروس موڈیول میں پرواز کے 56 گھنٹوں بعد آکسیجن ٹینک پھٹ گیا۔ خلا بازوں جان سوئیگرٹ، جیمس لوویل اور فریڈ ہیز نے ہوسٹن کے زمینی کنٹرول کو یہ پیغام بھیجنے کے بعد کہ یہاں ایک مسئلہ کھڑا ہو گیا ہے، جہاز کے ساتھ لگی ہوئی 'لائف بوٹ' سے زمین کو واپسی کا سفر شروع کر دیا اور 17 اپریل کو بحفاظت سمندر میں ایک

ڈاکٹر راج کمار

چھپاکے کے ساتھ زمین پر اتر گئے۔

12 اپریل: 2006 کو کنڑ فلموں کے مشہور اداکار اور گلوکار ڈاکٹر راج کمار کا انتقال ہو گیا۔ ♦ 1945 میں امریکی صدر فرینکلن روز ویلٹ کی دماغ کی نس اچانک پھٹنے سے موت ہو گئی۔ 4 مارچ 1933 سے وہ چار مرتبہ لگاتار امریکہ کے صدر چنے گئے تھے۔ ♦ 1981 میں کئی بار خلائی سفر کے لیے استعمال کے لائق پہلے شٹل جہاز 'کولمبیا' نے تین خلا بازوں کے ساتھ اپنا پہلا سفر شروع کیا اور خلا میں 54 گھنٹے گزارنے اور زمین کے 36 چکر لگانے کے بعد یہ جہاز کیلیفورنیا کے ایڈورڈ ایئر فورس ہوائی اڈے پر اتر گیا۔

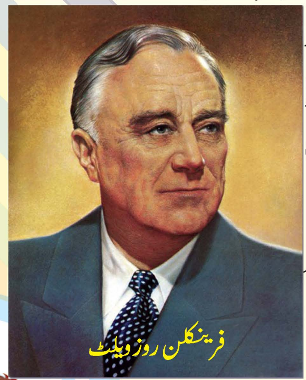

فرینکلن روز ویلٹ

13 اپریل: 1919 کو امرتسر کے جلیان والا باغ میں بیساکھی کے موقع پر جمع سکھوں ہندو اور

جلیاں والا باغ امرتسر میں جنرل ڈائر کے حکم سے ہونے والے قتل عام کا ہولناک منظر

مسلمان وطن پرستوں پر انگریز فوج کے بریگیڈیئر جنرل ریجنالڈ ڈائر نے وحشیانہ طریقے سے تمام راستے بند کر کے فوجیوں سے سیدھے نشانے پر گولیاں چلوائیں جس سے 1500 سے زیادہ لوگ شہید ہوگئے۔ ♦ 1339 میں ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف ہتھیار بند لڑائی کے لیے 'ہندوستانی لال سینا' قائم کی گئی ۔ ♦ 1796 میں اس روز امریکہ میں پہلا ہاتھی ہندوستان سے پہنچا۔

14 اپریل: 1699 کو سکھوں کے دسویں گورو ، گورو گوبند سنگھ نے خالصہ پنتھ کی بنیاد رکھی۔ ♦ 1944 میں اس روز ممبئی کی بندرگاہ میں

کھڑے مال بردار جہاز اسٹاکگین Stikene میں آگ لگ گئی جس سے دو زبردست دھماکے ہوئے۔ اس حادثے میں 1376 لوگ مارے گئے۔ دھماکوں کی آواز سو میل کے دائرے میں سنی گئی اور پہلا دھماکہ زلزلہ پیما پر 1700 کلومیٹر دور شملہ میں بھی محسوس کیا گیا۔ جہاز پر بھاری مقدار میں کپاس کے علاوہ 1400 ٹن گولہ بارود اور 20 لاکھ پونڈ کا سونا بھی لدا تھا۔ 87 ہزار گانٹھیں کپاس کی لدی تھیں اور ایک بڑے علاقے میں جھگی بستیوں پر جلی ہوئی کپاس کے چیتھڑوں کی بارش سے بھی کافی نقصان پہنچا۔ حادثہ اتنا زبردست تھا کہ آس پاس کھڑے 27 جہاز یا تو ڈوب گئے یا انھیں سخت نقصان پہنچا۔ ♦ 1941 میں اداکارہ جولی کرسٹی آسام میں پیدا ہوئی۔ اس نے فلم ڈاکٹر ژواگو میں کام کیا تھا۔ ♦ 1865 میں واشنگٹن کے فورڈ تھیئٹر میں ایک ڈرامہ 'آور امیریکن کزن' دیکھتے وقت

جولی کرسٹی

امریکی صدر ابراہم لنکن کو گولی ماردی گئی۔ انھیں فوراً ایک نزدیکی مکان میں لے جاکر ان کی جان بچانے کی کوشش کی گئی لیکن صبح 7 بج کر 22 منٹ پر انھوں نے دم توڑ دیا۔

15 اپریل: 1912 کو ہر طرح کے عیش اور آرائش کے انتظامات سے سجا ہوا برطانوی جہاز ٹائٹنک Titanic جس پر 2224 لوگ سوار تھے

نیوفاؤنڈ لینڈ کے برفیلے سمندر میں رات 2 بج کر 27 منٹ پر ڈوب گیا۔ آدھی رات سے کچھ پہلے وہ ایک آئیس برگ سے رگڑ کھا گیا تھا جس سے اس میں سوراخ ہو گیا۔ 1500 سے کچھ زیادہ مسافر ڈوب گئے مگر تقریباً 700 کو وہاں دو گھنٹے بعد پہنچنے والے جہاز کارپتھیا نے بچا لیا۔ اس سانحے پر بیسویں صدی کے آخر میں بنی ایک فلم نے کامیابی کے سبھی ریکارڈ توڑ دیے تھے۔

16 اپریل: 1853 کو ہندوستان کی پہلی مسافر ریل گاڑی بوری بندر

(ممبئی) اور تھانے کے بیچ چلائی گئی۔ ♦ 1995 میں بچّہ مزدوری کے خلاف آواز اٹھانے والے اقبال مسیح کو گولی ماردی گئی۔ اقبال

جب 4 سال کا تھا تو اسے قالین بُننے والوں کے ہاتھوں بیچ دیا گیا تھا جنھوں نے اسے اگلے 6 برسوں تک قالین بُننے کی کھڈّی کے ساتھ زنجیر سے باندھے رکھا۔ دس سال کی عمر میں وہ اس قید سے بھاگ نکلا اور بچّہ مزدوری کے خلاف بولنے لگا جس سے پوری دنیا اس مسئلے کی طرف توجہ دینے لگی۔ سویڈن میں اس نے انٹرنیشنل لیبر کانفرنس میں خاص تقریر کی۔ ♦ 1889 میں اب تک کے عظیم ترین فلمی کامیڈین چارلی چیپلن کی لندن میں پیدائش ہوئی۔ اپنی خاص چال ڈھال، سوچنے کے انداز اور کہانی کو دکھانے کے انوکھے اور دل چسپ انداز کی وجہ سے آج بھی انھیں دنیا کا سب سے عظیم فلم کامیڈین اور کامیڈی فلم ڈائریکٹر و پروڈیوسر مانا جاتا ہے۔ دی کڈ، دی گولڈرش، دی سرکس، سٹی لائٹس، ماڈرن ٹائمز ان کی بے حد مقبول خاموش فلمیں تھیں۔ 1940 میں انھوں نے جرمن ڈکٹیٹر ایڈولف ہٹلر کا مذاق اڑاتے ہوئے 'دی گریٹ ڈکٹیٹر' کے نام سے ایک بے حد اثر انگیز فلم بنائی جو دنیا کی بہترین فلموں میں شمار ہوتی ہے۔ 1972 میں انھیں ہالی وڈ میں اسپیشل اکیڈمی ایوارڈ دیا گیا۔ 1975 میں ملکہ برطانیہ نے انھیں سر کا خطاب دیا۔

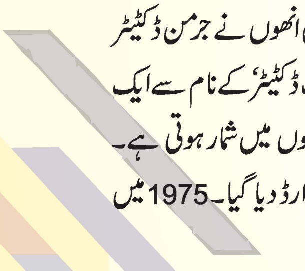

17 اپریل: 1983 کو ایس ایل وی۔3 راکٹ خلا میں داغ کر ہندوستان خلائی دور میں داخل ہو گیا۔ ♦ 1990 میں کمراہار میں ایک ٹرین پر گیس دھماکے سے 80 لوگوں کی موت ہو گئی۔

18 اپریل: 1906 کو سان فرانسسکو میں صبح 5 بج کر 13 منٹ پر زلزلہ آیا جس سے لکڑی کے کئی چولہے گیس پائپ لائنوں پر گر گئے اور ایسی بھیانک آگ لگی کہ تین دن تک نہیں بجھی۔ اس آگ سے 4 ہزار لوگوں کی موت ہوئی۔

19 اپریل: 1975 کو ہندوستان نے اپنا پہلا مصنوعی سیارہ Satallite سوویت یونین کی مدد سے خلا میں بھیجا جس کا نام آریہ بھٹ تھا۔

چارلی چیپلن

20اپریل:1888 کو مرادابادمیں اولے پڑنے سے 246لوگ ہلاک ہوگئے، جواپنے آپ میں ایک ورلڈریکارڈ ہے۔♦**1889** میں ایڈولف ہٹلرآسٹریا کے شہر براؤنو ایم ان میں پیدا ہوا۔نازی جرمنی

ایڈوف ہٹلر

کے اس ڈکٹیٹر نے 1933 سے 1945 کے دوران جرمنی کی سرحدوں کو پورے یوروپ میں پھیلانے کی کوشش کی جس کے دوران دوسری عالمی جنگ چھڑ گئی۔ اس جنگ میں تقریباً5 کروڑ لوگوں کی جانیں گئیں۔آخرمیں روس کی کمیونسٹ فوجوں نے جب جرمنی کی راجدھانی برلن پر قبضہ کیا تو ہٹلرکوخودکشی کرنی پڑی۔

21اپریل:1938 کوعلامہ اقبال کالاہورمیں انتقال ہوگیا۔میراورغالب کے بعدان کااردوکےسب سے بڑے شاعروں میں شمار ہوتا ہے۔

22اپریل:1870 کوروس کےشہرسم برسک میں ولادیمیرالیچ لینن کی پیدائش ہوئی جنھوں نے بعد میں اکتوبر 1917 کے روسی انقلاب کی رہنمائی کی جو دنیا کا پہلا بڑا کمیونسٹ انقلاب تھا اور جس میں عام انسانوں کو دنیا کی تمام دولت کا مالک مانا گیا تھا۔

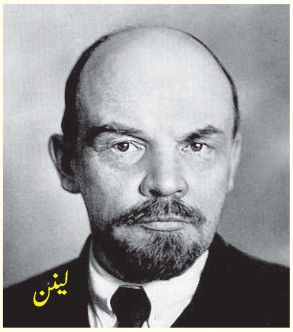
لینن

23اپریل:1564 کوانگلینڈ کے اسٹراٹفورڈ آن اے ون میں ولیم شیکسپیئر کی پیدائش ہوئی جنھیں انگریزی کا سب سے بڑا مصنف مانا جاتا ہے۔انھوں نے 36ڈرامے اور154 سانیٹ لکھے۔ ان میں رومیو اینڈ جولیٹ، ہیملٹ ، دی مرچنٹ آف وینس،جولیس سیزر، اوتھیلو اور کامیڈی آف ایررز شامل ہیں۔

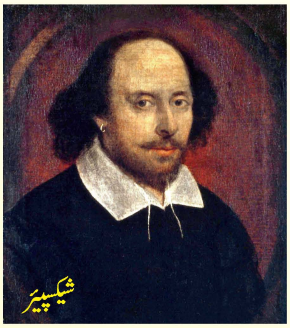
شیکسپیئر

24اپریل:1311 کوجنرل ملک کافورجنوبی ہندوستان کی مہم

دنیا کی سب سے بڑی لائبریری

مکمل کر کے دہلی واپس آ گیا۔♦1800 میں واشنگٹن ڈی سی میں امریکہ کی سب سے پرانی اور دنیا کی سب سے بڑی 'لائبریری آف کانگریس' قائم کی گئی جس میں 3 کروڑ 30 لاکھ کتابیں، 30 لاکھ ریکارڈنگز، 1 کروڑ 25 لاکھ تصویریں، 53 لاکھ نقشے، موسیقی کی 60 لاکھ تحریریں اور 6 کروڑ 30 لاکھ مسودے موجود ہیں۔ لائبریری میں دس ہزار نئی چیزیں روزانہ شامل ہوتی ہیں۔♦1915 میں پہلی عالمی جنگ کے دوران ترکی کے شہر قسطنطنیہ سے آرمینیائی لیڈروں کو باہر نکالے جانے اور ینگ ترک پارٹی کے ہاتھوں قتل عام کے ساتھ نئے زمانے کی پہلی نسل کشی کا آغاز ہوا۔ مئی میں ترکوں نے تمام آرمینیائیوں نکالنے کے ساتھ ان کے قتل عام کا سلسلہ شروع کر دیا۔ یوں سلطنت عثمانیہ سے آرمینیائیوں کا مکمل صفایا ہو گیا۔ اس دوران مارے جانے والے آرمینیائیوں کی تعداد 8 لاکھ سے 20 لاکھ کے بیچ بتائی جاتی ہے۔

25 اپریل: 1967 کو اٹلی کے شہر بولونا میں ریڈیو کے موجد گگلیمو مارکونی کی پیدائش ہوئی۔

26 اپریل: 1929 کو ہندوستان سے ایک جہاز نے کہیں بھی رکے بغیر انگلینڈ جانے کے لیے اڑان بھری۔

27 اپریل: 1791 کو ٹیلی گراف کے موجد سیموئل مورس، مساچیوسیٹس امریکہ کے شہر چارلس ٹاؤن میں پیدا ہوئے۔ 1830 کی دہائی میں انھوں نے بجلی سے مقناطیس بنا کر ٹیلی گراف ایجاد کیا۔

28 اپریل: 1845 کو اٹلی میں 23 سال سے جاری فاشسٹ حکومت کا اچانک خاتمہ ہوگیا۔ اٹلی کے باغیوں نے سابق ڈکٹیٹر بینیتو مسولینی کو گولی ماردی۔ اس کی فاشسٹ پارٹی کے دوسرے لیڈروں اور مسولینی کے دوستوں کے ساتھ اس کی محبوبہ کلارا پتاشی کو بھی قتل کر دیا اور ملان شہر میں ان کی لاشیں الٹی لٹکا دیں جنھیں شور مچاتی بھیڑ پتھر مارتی رہی۔

ملان شہر میں اٹلی کے ڈکٹیٹر مسولینی اور اس کی محبوبہ کلارا کی الٹی لٹکی ہوئی لاشیں جنھیں لوگ پتھر مارتے رہے

29 اپریل: 1936 کو مشہور موسیقار اور میوزک کنڈکٹر زوبن مہتہ ممبئی میں پیدا ہوئے۔

30 اپریل: 1955 کو امپیریل بنک آف انڈیا کو سرکاری تحویل میں لے لیا گیا۔♦2012 میں مسافروں سے بری طرح بھری ہوئی فیری برہم پتر میں الٹنے سے 103 لوگوں کی موت ہوگئی۔♦1789 میں جارج واشنگٹن امریکہ کے پہلے صدر بنائے گئے۔♦1948 میں فلسطینی یہودیوں نے برطانیہ کی حکومت ختم کر کے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا جس کے ساتھ دنیا بھر سے یہودی یہاں آ کر آباد ہونے لگے۔ ◻

نظم

انصار احمد

گائے پالی جائے گی

گھر پہ ہی اب گائے پالی جائے گی
نہر گھر گھر دودھ والی جائے گی
پانچوں انگلی گھی میں فرمائیں گی غسل
پیٹ میں اصلی ملائی جائے گی
اوڑھنا ہوگا بچھونا دودھ کا
پیٹ کی حسرت نکالی جائے گی
دودھ پی پی کر مٹکتے جائیں گے
دودھ کی ریلی نکالی جائے گی
دودھ میں کاغذ کی کشتی ہر طرف
اپنی مرضی سے چلائی جائے گی
اب نہ خالص دودھ کی ہوگی کمی
اب نہ خواہش کل پہ ٹالی جائے گی
بیر بل اور شیخ چلی کو سلام
کھیر دم بھر میں پکالی جائے گی
اب کبھی کالی نہ پی جائے گی چائے
دودھ اور بالائی ڈالی جائے گی
دودھ دیں گے مفت میں استاذ کو
اس طرح ان کی دعالی جائے گی
پالنے کو گائے گر نہ مل سکی
تب کوئی بکری چرالی جائے گی

♦ انصار احمد معروفی پورہ معروف، بلوہ، کورتھی جعفر پور، مئو، یوپی

کامکس کہانی

گلیور
بالشتیوں کی دنیا میں 5

جوناتھن سوئفٹ

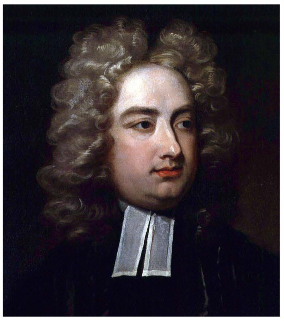

'گلیور بالشتیوں کی دنیا میں' دراصل انگریزی زبان کے کلاسک Gulliver's Travels کا ایک حصہ ہے جسے آئرلینڈ کے عیسائی راہب اور مصنف جوناتھن سوئفٹ نے 1726 میں لکھا تھا۔ یہ انسانی فطرت پر طنز سے بھرپور کہانیوں کا مجموعہ تھا اور بچوں اور بڑوں میں اسے ایک جیسی مقبولیت حاصل ہوئی۔ اس پر کئی فلمیں بھی بن چکی ہیں۔ انگریزی ادب میں اس تخلیق کی بڑی اہمیت ہے۔

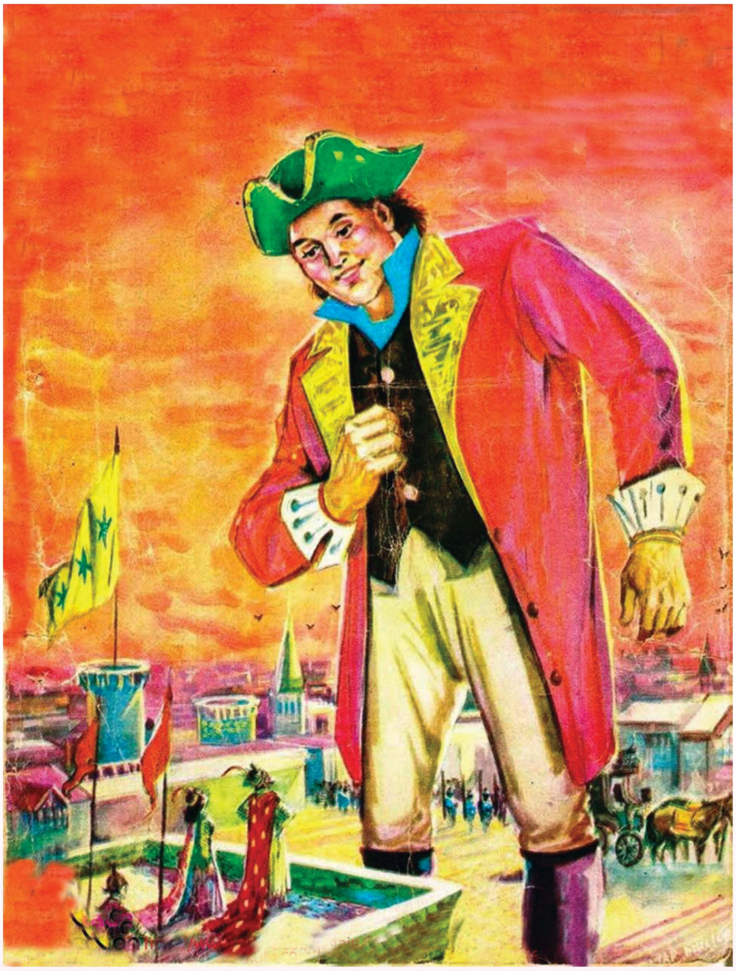

بھاگتا کہاں ہے، چھوڑوں گا نہیں تجھے
اچانک کسان کی بیوی وہاں آگئی
ارے یہ کیا ہوگیا؟ تمھارے جسم پر خون!؟ اچھا چوہے مارے ہیں! تمھیں تو کہیں چوٹ نہیں لگی
اچھا، تو یہ ہمدردی دکھا رہی ہے!
گلیور نے اشارے سے اسے سمجھایا
مجھے کوئی چوٹ نہیں لگی ہے
اب تمھاری دیکھ بھال میری بیٹی کرے گی
تمھارے لیے اس نے ایک چھوٹا ڈبّہ تیار کیا ہے
اس ڈبّے میں بستر بھی لگا ہے
پتہ نہیں کیا کہہ رہی ہیں آپ! مجھے یہ زبان سیکھنی پڑے گی
کاش یہ ہماری زبان سیکھ سکتا

کسان کی لڑکی گلم بڑی باتونی تھی۔ وہ گلیور کی دیکھ بھال بڑے پیار سے کرنے لگی
یہ رہا تمھارا سونے کا کمرہ۔ اس ڈبّے کو میں نے بنایا ہے
میرا نام گلم ہے۔ میں تمھیں مینیکن کہہ کر پکاروں گی جس کا مطلب ہوتا ہے ننھا آدمی!
ارے! تم ناچ رہے ہو۔ شاباش!
میں تمھیں اپنی زبان سکھادوں گی
سیکھ لو گے نا! تم تو بڑے عقل مند ہو
دیکھو یہ میری فراک ہے۔ فراک! سمجھے فراک!

کئی مہینوں کی لگاتار محنت سے گلیور نے ان کی زبان سیکھ لی اور ان سے باتیں کرنے کے قابل ہو گیا۔ اس خاندان کے مکھیا کو وہ اپنا مالک ماننے لگا۔ وہ ٹیبل پر طرح طرح کے کرتب دکھا کر ان کا دل بہلاتا تھا۔ سارا خاندان یہ دیکھ کر بہت خوش رہنے لگا۔
دھیرے دھیرے کسان کے پڑوسیوں کو بھی معلوم ہو گیا کہ کسان کے پاس ایک انوکھا ننھا انسان ہے۔ وہ بھی کسان کے گھر پر گلیور کے کرتب دیکھنے کے لیے جمع ہونے لگے۔
اس سے گلیور پریشان رہنے لگا! رات کو وہ تھک کر بستر پر گر پڑتا۔
یا خدا! یہ میں کہاں آ گیا ہوں
گھر سے نکلے دن ہو گئے۔ گھر والے راستہ دیکھتے ہوں گے۔

یہاں سے بھاگنے کے لیے کوئی راستہ بھی تو نظر نہیں آتا
ایک دن گلم نے اور بھی بری خبر سنائی
میرے ابا کو کچھ لوگوں نے مشورہ دیا ہے کہ گاؤں گاؤں لے جا کر تمھارا تماشا دکھائیں
اوہ! یہ تو بہت محنت کا کام ہوگا
وہ تمھارے تماشے کا ٹکٹ لگا کر پیسہ کمائیں گے
یہ تو بڑی مصیبت آ گئی
میں نے منع کیا تھا مگر ابا کے سر پر لالچ سوار ہے
پھر بھی وہ اس کے لیے مان گئے ہیں کہ میں بھی ساتھ چلوں گی
اگلے ہفتے سے کسان نے گاؤں گاؤں میں گلیور کے تماشے کا سلسلہ شروع کر دیا۔

ان تماشوں سے کسان نے خوب دولت کمائی سفر کرتے کرتے ملک کی راجدھانی میں پہنچ گیا۔ وہاں بھی اس نے تماشا جاری رکھا۔ گلیور کو دیکھنے ہزاروں لوگ آتے تھے۔ ایک دن اچانک۔۔
اسے لے کر شاہی محل آؤ رانی صاحبہ تماشہ دیکھیں گی
رانی صاحبہ کو اپنے کھیل سے خوش کرنے کے بعد گلیور نے جھک کر سلام کیا
رانی صاحبہ زندہ باد! خوش نصیب ہوں جو آپ کا دیدار ہوا!
کیا ہمارے محل میں رہنا پسند کرو گے؟
میں اپنے مالک کا غلام ہوں۔ کاش آپ کے پاس رہ سکتا
سپاہی! ان کے مالک کو بلاؤ
ہم تمہیں منہ مانگی قیمت دیں گے۔ آج سے یہ ننھا انسان اسی محل میں رہے گا
رانی صاحبہ کا اقبال بلند ہو! اتنی اشرفیاں کافی ہیں!
رانی صاحبہ! اگر مناسب سمجھیں تو گلم کو بھی یہیں رکھ لیں!
ہمیں منظور ہے گلیور!

جاری...

نظم

خالد سرحدی

ہمارا ہندوستان

کیسا نیارا ہندوستان
کتنا پیارا ہندوستان
ایک ستارہ ہندوستان
خوب ہمارا ہندوستان

سب کی نظر میں جنت ہے
شملہ رب کی رحمت ہے
اور وہ کشمیری میدان
دل کا سہارا ہندوستان

ایک انوکھا گلشن ہے
بھری مراد کا دامن ہے
کرتے ہیں اس کا سمّان
آنکھ کا تارا ہندوستان

گلزار اور شگفتہ ہے
دریا پیار کا بہتا ہے
سن لے تو بھی اے نادان
ہم نے سنوارا ہندوستان

سرحدی عظمت کا مینار
امن و محبت کا معیار
اس کی دیوالی اور رمضان
جلوہ آرا ہندوستان

کیسا نیارا ہندوستان
کتنا پیارا ہندوستان
ایک ستارہ ہندوستان
خوب ہمارا ہندوستان

◆خالد سرحدی مکان نمبر48 لین نمبر1 گلی نمبر65 پر بھوا نگر نزد عائشہ نگر مالیگاؤں 423203

فیروزہ جبیں اعظمی

معصوم

پیار سے بچے نے ماں کے گال پر منہ رکھ دیا
اماں تم اچھی بہت ہو پیار سے اس نے کہا
رو رہی ہو اماں کیوں ابا گئے اللہ کے پاس
میں تو ہوں اماں بتاؤ ہوتی ہو تم کیوں اداس
فکر کیوں کرتی ہو اماں! جب بڑا ہوجاؤں گا
خوب ساری اچھی چیزیں اور مٹھائی لاؤں گا
وہ ترا ٹوٹا سا پن ڈبہ جو تیری جان ہے
کس قدر تو فخر سے کہتی تھی گھر کی شان ہے
اور ترے بوسیدہ کپڑے اور ترا ٹوٹا سا بکس
جس کے اندر ہے چھپا اماں تیری غربت کا عکس
سب نیا کردوں گا ماں جب میں بڑا ہوجاؤں گا
اور تیرے واسطے اچھا سا گھر بنواؤں گا

سن کے ماں نے تب کہا بیٹا ابھی ہے بچہ تو
کیا کیا گزرے گی ترے دل پر جواں جب ہوگا تو
پھر تری شادی رچے گی اور بہو گھر آئے گی
اور میرے لال وہ ماں سے بھلی ہوجائے گی
پھر تو کرنا چاہے گا بھی کچھ نہیں کرپائے گا
ایک دن تو چھوڑ کر ماں کو چلا بھی جائے گا
سن کے ماں کی بات بچہ ہوگیا اک دم اداس
پھر سمجھ میں آگئی تھی یک بیک اماں کی بات
سچ تو ہے ابا کبھی رہتے نہ تھے دادی کے ساتھ
اس لئے ماں آج شاید کہتی ہے مجھ سے یہ بات

♦ فیروز جبیں اعظمی معرفت شمشاد حید467/95/1D، درگ دیوی مارگ
شیش محل حسینہ بڑچوک، لکھنو۔3

رجب علی بیگ سرور

1

فسانۂ عجائب

'فسانۂ عجائب' اردو نثر کی بہت اہم کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ یہ ایک خیالی داستان ہے جس میں قصے سے قصہ نکلتا ہے اور عقل کو حیران کر دینے والے واقعات بیان ہوتے ہیں جنھیں پڑھتے وقت لوگ ان میں کھو جایا کرتے تھے۔ مرزا رجب علی بیگ سرور نے اسے بڑی منجھی ہوئی نثر میں لکھا تھا اور اس میں قافیوں والی زبان بھی استعمال کی تھی۔ مثلاً، "...سارے شہر میں خوب دھوم دھام ہوئی اور ساری رعایا شاد کام ہوئی..." یہ زبان پر لطف تو ہے مگر کہیں کہیں مرزا نے بلا وجہ بھی قافیے اور ردیف جڑ دیے تھے جس سے پڑھنے والے کا ذہن بھٹکتا تھا۔ اردو کے مشہور ادیب جناب نور الحسن نقوی نے بڑوں کے لیے لکھی ہوئی اس کتاب میں سے مشکل الفاظ اور قافیے وغیرہ نکال کر اتنی سادہ زبان میں کتاب کا مسودہ تیار کیا کہ وہ آج کے پڑھنے والوں خاص طور سے بچوں کی سمجھ میں آجائے۔ اگر آپ کو اچھی اردو لکھنے کا شوق ہے تو اس کتاب کو ضرور پڑھیے جسے ہم آپ کے لیے قسط وار پیش کر رہے ہیں۔ اس داستان کو جو اپنے اندر ناول کی خوبیاں لیے ہوئے ہے قومی اردو کونسل نے 1982 میں بچوں کے لیے چھاپا تھا۔

’قصہ جان عالم اور انجمن آرا کا‘ رجب علی بیگ کی لکھی ہوئی وہ داستان ہے جس کا اصل نام ’فسانۂ عجائب‘ ہے۔داستان میں تین باتیں خاص ہوتی ہیں۔ پہلی یہ کہ اس میں بات سے بات نکلتی ہے اور قصے سے قصہ۔ دوسری یہ کہ ان میں اصلی دنیا کی بجائے خیالی دنیا زیادہ ہوتی جس میں دیوزاد، پریاں، جن ، بھوت، جادوگر، شہزادے ، شہزادیاں، اور ایسے واقعات و مقامات ہوتے ہیں جنھیں عقل تسلیم نہیں کرتی۔ تیسری اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان میں ہمیشہ سچ کی جیت اور جھوٹ کی ہار ہوتی ۔ داستان کا ہیرو خواہ کیسی ہی مصیبت میں کیوں نہ پھنس جائے بالآخر وہ اس سے باہر نکل آتا ہے۔ اس داستان میں شہزادہ جان عالم اور ملک زر نگا رکی شہزادی انجمن آرا کی محبت کا قصہ بنیادی قصہ ہے جس میں سے کئی اور دل چسپ قصے اور پھر ان میں سے بھی کئی قصے پھوٹ نکلتے ہیں۔ جس زمانے میں یہ داستانیں لکھی گئیں وہ فرصت کا زمانہ تھا اور لوگوں کے پاس انھیں پڑھنے سننے کے لیے خوب وقت ہوتا تھا۔

قصہ جان عالم اور انجمن آرا کا

کہتے ہیں ملک ختن میں ایک شہر تھا۔ فسحت آباد، ایسا پُر رونق اور ایسا خوب صورت کہ جنت اس کے گلی کوچوں کو دیکھ کر شرمائے، جو دیکھے یہیں رہنے کی تمنا کرے۔ یہاں کے بازاروں کی چہل پہل دیکھنے کے قابل، سڑکیں ہموار اور صاف شفاف، مکانات مضبوط اور شاندار۔ اس شہر میں بسنے والے ہر طرح خوش اور خوش حال۔ اس ملک کا بادشاہ بھی بڑی شان وشوکت والا تھا اس کے خدمت گار بھی ایسے تھے کہ سکندر اور دارا جیسے بادشاہ بھی کیا ہوں گے۔ اس بادشاہ کا نام فیروز بخت تھا۔

اس میں شک نہیں کہ فیروز بخت قسمت کا سکندر تھا۔ اللہ نے سب کچھ دیا تھا مگر اس کے کوئی اولاد نہ تھی اور ہر وقت رو رو کے اللہ سے دعا کرتا تھا کہ اسے ایک بیٹا بخش دے۔ آخر اس کی دعا قبول ہوئی اور اس کے یہاں بیٹا پیدا ہوا۔ باپ نے جان عالم نام رکھا۔ جان عالم کو خدا نے وہ صورت شکل دی تھی کہ چودھویں کا چاند اس کی برابری نہ کر سکے۔ یہ بچہ کیا پیدا ہوا محل میں عید ہوگئی۔ بادشاہ نے اسی خوشی میں اپنی رعایا کو بھی شریک کیا۔ ہزاروں قیدیوں کو رہا کیا۔ اَن گنت لونڈی غلام آزاد کیے۔ شاہی خزانہ ایسا کھلا کہ ملک میں کوئی محتاج نہ رہے۔ ایک سال کا خراج غریب رعایا کو معاف کیا۔ جگہ جگہ مسجدیں ، مدرسے، سرائیں اور مسافر خانے تعمیر کیے۔ غرض یہ کہ سارے شہر میں خوب دھوم دھام ہوئی اور ساری رعایا شادکام ہوئی۔

نجومی، پنڈت بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوئے اور حساب لگا کے بولے ”مہاراج کا بول بالا رہے، ہماری پوتھی بتاتی ہے کہ شہزادہ بڑا قسمت والا ہے۔ بھگوان چاہے تو جلد راج پر براجے، چاروں کھونٹ نام باجے، ایسا بیاہ ہو کہ سنسار میں دھوم مچے۔ مگر پندرھواں برس بھاری ہے۔ ایک پکھیرو شہزادے کے ہاتھ آئے

گا۔ تریا کی کھٹ پٹ سے وہ بچن سنائے گا کہ شہزادہ راج پاٹھ چھوڑ کے دیس بدیس بھٹکے گا، کوئی اس کے پاس نہ پھٹکے گا۔ شہزادہ ان گنت کشٹ اٹھائے گا۔ پر ایک دن چھٹکارا پائے گا۔ ایک سندر رانی ہاتھ آئے گی جو چرنوں پر جی وارے گی۔ اس رانی کا باپ بگڑے کام بنائے گا اور ایسے گر سکھائے گا جس سے بیری مارے جائیں اور منہ کھائیں۔ ایسا سمے بھی آئے گا کہ نرناری لڑیں گے اور پرتھوی پر ہل چل پڑے گی۔ اپنے چھٹ جائیں گے۔ نگر نگر کھوج کرائیں گے۔ پر سب بچھڑے مل جائیں گے۔ شہزادہ راج کرے گا۔ دیا دھرم کے کاج کرے گا۔ بھگوان کی دیا سے جان کی کھیر ہے پر دور پار کی دھرتی کی سیر ہے۔''

بادشاہ نے نجومیوں کی یہ باتیں سنیں تو بڑا غمگین ہوا۔ پھر بولا ''اللہ جو کرتا ہے اچھا ہی کرتا ہے۔'' آخر سب کو انعام سے مالا مال کر کے رخصت کیا۔ اب شہزادے کی پرورش کی طرف توجہ کی اور ایسا انتظام کیا کہ کسی بات کی کمی نہ رہ جائے۔ اس نے بھی وہ ہاتھ پاؤں نکالے کہ جو دیکھے حیران ہو۔ دس برس کا تھا مگر پورا جوان دکھائی دیتا تھا۔ طاقت ایسی کہ ہرن کے سینگ چیر ڈالے۔ مست ہاتھی کے ٹکڑے کر دے، جو جو ہنر شہزادے سیکھتے ہیں وہ الگ حاصل کیے صورت شکل پہلے ہی بے مثال تھی۔ اب تندرستی میں بھی لاجواب ہے۔ ہر فن میں کمال حاصل ہوا۔ چودھواں برس پورا ہونے لگا تو درباریوں نے صلاح دی کہ اب شہزادہ اللہ کے کرم سے جوان ہوا، شادی کا بندوبست ہونا چاہیے۔ تلاش شروع ہوئی۔ آخر ایک بہت خوب صورت اور نیک طبیعت شہزادی ماہ طلعت سے جان عالم کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہوگئی۔

شہزادے کا طوطا خریدنا اور انجمن آرا کے حسن کا ذکر سننا

شادی کے بعد بادشاہ کی اجازت سے شہزادہ جان عالم صبح شام گھوڑے پر سوار ہو کر سیر کو نکلنے لگا۔ ایک دن بازار سے شہزادے کا گزر ہوا۔ ایک جگہ بھیڑ نظر آئی۔ دیکھا ستّر اسّی برس کا ایک آدمی نہایت بوڑھا ہاتھ میں طوطے کا پنجرا لیے کھڑا ہے۔ شہزادے کو دیکھ کر طوطے

نے اپنے مالک سے کہا ''لے تیرا نصیب جاگا۔ تیری غریبی اب کوئی گھڑی کی مہمان ہے۔ میں کیا ہوں۔ ایک مٹھی پر اور بلی کا کھاجا، مگر شہزادہ مجھے پسند کر لے تو ابھی موتیوں سے تیرا دامن بھر دے۔''

شہزادے نے ایک پرندے کو یوں فرفر بولتے سنا تو حیران رہ گیا، عقل کے طوطے اڑ گئے۔ پنجرہ ہاتھ میں لے کر دام پوچھے۔ بوڑھا جواب دینے ہی کو تھا کہ طوطا جھٹ سے بول پڑا ''غریب کے مال کا مول کون دیتا ہے۔ سب اونے پونے لے لیتے ہیں۔''

جان عالم نے لاکھ روپے تو قیمت دی اور انعام الگ سے دیا۔ شہزادہ طوطے کو پنجرہ لیے محل میں داخل ہوا اور ماہ طلعت کو طوطا دکھا کے بولا۔

''بازار ہم گئے تھے اک چوٹ مول لائے''

طوطے نے شہزادے کو ایسے ایسے مزیدار قصے اور چٹ پٹے شعر سنائے کہ سوتے جاگتے اس کی جدائی گوارہ نہ تھی۔ دربار جاتا تو پنجرہ ماہ طلعت کو سونپ جاتا اور تاکید کر جاتا کہ اس کی دیکھ بھال میں کسی

طرح کمی نہ ہو۔

ایک دن شہزادہ دربار گیا، طوطا محل میں رہا، اس روز ماہ طلعت نے غسل کیا اور شان دار لباس پہن کر جڑاؤ کرسی پر بیٹھی۔ پھر آئینے میں صورت دیکھی تو دیکھتی ہی رہ گئی کنیزوں سے پوچھا ''بتاؤ تو میں کیسی ہوں۔'' ہر ایک نے جی کھول کے تعریف کی۔ کسی نے کہا ''عید کا چاند ہو۔'' کوئی بولی ''ایسی حسین ہو کہ کہیں دیکھا نہ سنا۔'' کسی نے کہا ''حور پری مقابلے پر آئے تو شرما جائے۔''

چاروں طرف سے خوب خوب تعریفیں ہوچکیں تو شہزادی طوطے کی طرف متوجہ ہوئی، بولی ''اے عقل مند پرندے! تونے دنیا جہاں کی سیر کی ہے۔ ہزاروں ایک سے ایک بڑھ کے حسین دیکھے ہوں گے۔ سچ کہنا کوئی ہم سا بھی کہیں نظر سے گزرا۔'' میاں طوطے اس وقت خفا اور کچھ پھولے پھالے سے بیٹھے تھے، ماہ طلعت کی بات پر دھیان نہ دیا۔ وہاں تو ایک تو سلطنت کا زور دوسرے صورت کا گھمنڈ۔ جل کر بولی ''میاں مٹھو! کچھ جینے سے خفا ہو کہ ہماری بات پر دھیان نہیں دیتے۔''

طوطے نے کہا ''سوال جواب اور بات ہے۔ دھمکانا، حکومت سے ڈرانا اور غصے کی آنکھ دکھانا اور بات ہے۔ بیکار کیوں الجھتی ہو، شاید تم ہی سچی ہو۔'' یہ جواب سن کر تو وہ اور بھی آگ بگولا ہوئی۔ جھنجھلا کے بولی ''کیوں جانور بدتمیز، ناچیز تیری موت آئی ہے۔ کیا بیہودہ ٹیں ٹیں مچائی ہے۔ بے تک بک رہا ہے۔ ہمارا مرتبہ نہیں سمجھتا۔''

طوطے نے جواب دیا کیوں اتنی خفا ہوتی ہو، آئینے میں اپنا منہ دیکھو، ہاں صاحب، تم بڑی خوب صورت ہو۔''

ادھر یہ تکرار ہو رہی تھی کہ جان عالم محل میں داخل ہوا۔ دیکھا شہزادی غصے سے تھر تھر کانپ رہی ہے، آنکھوں میں آنسو ہیں اور طوطے سے بحث ہو رہی ہے۔ پوچھا ''کیا بات ہے، خیر تو ہے۔''

طوطا بولا ''آج تو قیامت ٹوٹی ہے، یوں سمجھ لیجیے کہ کچھ زندگی باقی تھی اور ابھی کچھ اس قفس کا دانہ پانی قسمت میں تھا ورنہ آج شہزادی صاحبہ کے ہاتھوں جان گئی ہوتی۔ آپ لوٹ کے جیتا نہ پاتے۔ پنجرہ خالی پا کے افسوس کرتے کہ:

طوطا ہمارا مر گیا کیا بولتا ہوا!''

ماہ طلعت نے طوطے کی باتیں سنیں تو اور غصہ آیا۔ شہزادے سے کہا ''اگر میری بات کا طوطا صاف جواب نہ دے گا تو اس نگوڑے کی گردن مروڑ اپنے تلوؤں سے اس کی آنکھیں ملوں گی جب دانہ پانی کھاؤں پیوں گی۔''

جان عالم نے کہا ''کچھ حال تو کہو۔''

طوطے نے عرض کیا ''حضور! ساری کہانی اس غلام سے سنیے۔ آج شہزادی صاحبہ نہا دھو کے اور خوب بناؤ سنگھار کر کے بیٹھیں اور:

دیکھ آئینے کو کہتی تھیں کہ اللہ رے میں

پھر اس غریب سے سوال ہوا کہ ''بول تو نے ہماری سی صورت دیکھی ہے، مجھ بے چارے کے منہ سے نکل گیا کہ خدا نہ کرے، اب اس خطا کی سزا پاتا ہوں۔''

جان عالم نے کہا ''تم بھی کمال کرتی ہو، تم تو سچ مچ پری ہو مگر عقل سے خالی ہو کہ جانور کی بات کا اتنا خیال کرتی ہو۔ بولتا ہے تو کیا ہوا۔ آخر ہے تو جانور۔ یہ نادان کیا جانے۔''

میاں مٹھو کو یہ باتیں بہت ناگوار ہوئیں، سر سے پیر تک رونے کی صورت بنائی اور ٹیں سے بولا۔ ''جھوٹ جھوٹ ہے، سچ سچ ہے جس کی برابر کوئی نہیں، وہ ذات تو صرف خدا کی ہے، ورنہ دنیا میں ایک سے ایک بڑھ کر موجود ہے۔''

اب تو جان عالم سے رہا نہ گیا، مجبور ہو کر کہا ''جو ہو سو ہو۔ مٹھو پیارے اب تو سچ کہہ دو۔''

طوطے نے عرض کیا ''سچ کبھی کبھی بہت مہنگا پڑتا ہے۔ جو سچ مصیبت میں ڈالے اس سے جھوٹ بہتر۔ سچ نہ بلوایئے اور میرا منہ نہ کھلوایئے ورنہ دردر کی ٹھوکریں کھانی ہوں گی اور ملکوں ملکوں کی خاک چھاننی ہوگی۔''

یہ سن کر جان عالم اور بے تاب ہوا۔ بولا ''بس اب زیادہ باتیں نہ بناؤ، سارا قصہ صاف صاف سناؤ۔''

طوطے نے کہا ''سنیے بندہ پرور! میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ پریشان ہوں اور سفر کی تکلیفیں برداشت کریں کیونکہ دور دراز کے سفر میں جان اور مال دونوں جانے کا ڈر ہوتا ہے۔ مگر آپ نہ مانے، خیر تو سنیے! یہاں سے شمال کی طرف آپ کو تقریباً ایک سال تک برابر سفر کرنا پڑے گا تب کہیں ایک ایسا ملک ملے گا زرنگار، ایسا خوبصورت کہ کسی نے خواب وخیال میں بھی نہ دیکھا ہوگا۔ اس کے مکان اور گلی کوچے ایسے کہ دیکھو تو عقل دنگ رہ جائے۔ اس ملک کے رہنے والے ایسے خوب صورت کہ چودھویں کا چاند انہیں دیکھ کے ایسا شرماتا ہے کہ غم سے گھٹنا شروع ہو جاتا ہے۔ وہاں کی شہزادی ہے انجمن آرا، میری کیا مجال کہ اس کے حسن کی تعریف کرسکوں۔ ہاں اتنا جانتا ہوں کہ سات کنیزیں سونے کے پٹکوں سے کمر کسے اور جڑاؤ تاج سروں پر دھرے دن رات ان کی خدمت میں رہتی ہیں۔ ان کنیزوں کی لونڈیوں میں سے کسی کو شہزادی صاحبہ دیکھ لیں تو یقین ہے

کہ شرم سے چلو بھر پانی میں ڈوب مریں۔''

طوطے کا بیان سن کے ماہ طلعت سن ہوگئی، سر جھکا لیا، جان عالم یہ سن کے پنجرا دیوان خانے میں لے آیا اور مفصل حالات پوچھنے لگا۔

...طوطے نے بہت چاہا کہ شہزادے کا دل ادھر سے ہٹ جائے اور وہ مصیبت میں مبتلا نہ ہو مگر قسمت میں تو جنگل جنگل کی خاک چھاننی لکھی تھی۔ کسی طرح باز نہ آیا۔

آخر طوطے نے جان عالم سے کہا کہ ''آپ کسی طرح نہیں مانتے تو میں آپ کو اس شرط پر لے چلوں گا کہ آپ میرا کہا مانیں، نہ مانیں گے تو دھوکا کھائیں گے اور پچھتائیں گے۔ پھر مجھ کو بھی جیتا نہ پائیں گے۔'' شہزادے نے بھی طرح طرح کے وعدے کیے کہ ''تو میرا ہمدرد ہے، تیرا ہر کہا مانوں گا اور تیری صلاح کے خلاف کچھ نہ کروں گا۔''

طے پایا کہ رات گزار لی جائے اور صبح کو روانگی ہو۔ مگر جان عالم کی آنکھوں میں نیند کہاں، کروٹیں بدل بدل کر رات کاٹی۔ دن نکلا تو شہزادے نے اپنے بچپن کے دوست اور ساتھی یعنی وزیرزادے کو یاد کیا۔ ملازموں کو حکم دیا کہ دو تیز رفتار ہوا سے

باتیں کرنے والے گھوڑے سفر کے لیے تیار ہوں۔ گھوڑے تیار ہوگئے تو شہزادہ اور وزیرزادہ دونوں ضروری سامان ساتھ لے کے انجانی منزل کے لیے چل نکلے۔

نہ سدھ بدھ کی لی اور نہ منگل کی لی
نکل شہر سے راہ جنگل کی لی

جان عالم کا سفر پر روانہ ہونا

طوطے اور وزیرزادے کے ساتھ شہزادہ نازوں کا پالا محل سے نکل کے شہر پناہ کے دروازے پر پہنچا، مڑ کے شاہی محلوں اور شہر کی بستیوں کو دیکھا تو دل بھر آیا۔ عزیزوں اور دوستوں کی جدائی کے خیال نے بہت رلایا۔ خدا سے کامیابی کی دعا کر کے آگے بڑھا تو پنجرے کو کھول دیا۔ شہزادہ اور وزیرزادہ اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار تھے اور میاں مٹھو ہوا کے گھوڑے پر اڑے جاتے تھے۔ ہر منزل پر نیا دانہ کھاتے، نیا پانی پیتے اور خدا کا شکر کر کے آگے بڑھ جاتے۔

چلتے چلتے یہ قافلہ ایک عجیب جنگل میں جا نکلا۔ جنگل کیا ایک نرالا چمن تھا جس کا ہر تختہ پھولوں سے لدا تھا۔ پھول بھی ایسے رنگ برنگے کہ جی کو لبھاتے تھے اور ان کی بھینی بھینی خوشبو دل و دماغ کو تازہ کرتی تھی۔ شہزادہ خدا کی قدرت پر عش عش کرتا چلا جاتا تھا۔ اچانک ایک سمت سے دو تیز رفتار ہرن سامنے آئے۔ ان پر زربفت کی جھولیں پڑیں تھیں، سینگوں پر جڑاؤ سنگوٹیا جڑی تھیں۔ گلے میں قیمتی ہیکلیں تھیں اور وہ چھم چھم کرتے قلانچیں بھرتے چلے جاتے تھے۔

جان عالم بے چین ہوا۔ وزیرزادے سے کہا ''کسی طرح انہیں جیتا گرفتار کیجیے۔'' دونوں نے ان کے پیچھے گھوڑے ڈال دیے۔ یا تو وہ ہرن اپنے انداز سے کھیلتے کودتے چلے جاتے تھے، گھوڑوں کو پیچھا کرتے دیکھا تو سنبھلے، کنوتیاں بدلیں اور چوکڑیاں بھرنے لگے۔ انھوں نے بھی گھوڑے رپٹائے، جہاں دیدہ پرند گھبرا کے پکارا۔ ''ارے نادان! یہ کیا غضب کرتا ہے، کیا تو دیوانہ ہے، دیکھتا نہیں یہ جنگل نہیں جادو کا کارخانہ ہے۔'' طوطے نے ہر چند سر دھنا مگر کسی نے نہ سنا۔ وہ چلے گئے یہ ہار کے ایک درخت پر بیٹھا رہا۔

دو چار کوس دونوں ہرن ساتھ ساتھ بھاگے پھر دونوں الگ الگ سمتوں کو ہولیے۔ ایک کے پیچھے شہزادہ دوڑتا رہا اور دوسرے کے پیچھے وزیرزادہ۔ یوں دونوں ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ سورج غروب ہونے تک شہزادہ گھوڑا دوڑاتا رہا۔ اچانک ہرن نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ شہزادہ نے گھبرا کے ادھر ادھر دیکھا، دور تک جنگل بیاباں، نہ طوطے کا کہیں پتہ نہ وزیرزادے کا نشان۔ بہت گھبرایا کہیں کوئی جان دار نظر نہ آیا۔

شہزادہ آگے بڑھا تو ایک چشمہ نظر آیا۔ گھوڑے سے اتر کے ہاتھ منہ دھویا اور خدا سے دعا کی کہ ''اے بے کسوں کے مددگار، اے پاک پروردگار، اے بے سہاروں کو سہارا دینے والے، مصیبت کے ماروں کی بگڑی بنانے والے بس تیرا ہی آسرا ہے، میں نے تیرے بھروسے پر سلطنت کو خاک میں ملایا، گھر سے ہاتھ اٹھایا اور سفر کی تکلیفیں برداشت کیں۔''

دعا قبول ہوئی، ایک بزرگ، خضر کی صورت، نورانی چہرہ، سفید

داڑھی، سر پر سبز پگڑی بدن پر عنابی لباس، ہاتھ میں عصا لیے نمودار ہوئے اور بلند آواز میں شہزادے سے سلام علیک کی۔ اس نے جواب دیا تو بزرگ نے پوچھا۔ ''اے عزیز! تو کس پریشانی میں مبتلا ہے اور کیا چاہتا ہے۔ بیان کر۔''

شہزادہ یہ سن کر ایسا خوش ہوا کہ راستہ بھولنے کا غم بھی یاد نہ رہا، وزیرزادے اور طوطے سے بچھڑنا بھی بھول گیا، بولا ''آپ کو اس کی قسم ہے جس نے آپ کو میری رہبری کے لئے بھیجا ہے، جس کے لئے جی بے چین ہے اسے دکھایئے اور ملک زرنگار کا راستہ بتایئے۔''

وہ بزرگ ہنسے، کہ طلسم کے جنگل میں گرفتار ہے، ساتھی بچھڑ چکے، جان پر بن آئی ہے، مگر ملک زرنگار کو نہیں بھولا لیکن اس کی حالت پر ترس بھی آیا، انھوں نے شہزادے سے کہا، ''آنکھیں بند کرو۔'' شہزادے نے آنکھیں بند کیں تو انجمن آرا سامنے تھی۔ سفر کی ساری تکلیف دور ہوگئی۔ پھر اس بزرگ نے شہزادہ کو کچھ کھلا کے چشمے کے کنارے سلا دیا۔ صبح کو آنکھ کھلی تو اس مقام پر تھا جہاں سے راستہ بھولا تھا۔ اور ہرن کے پیچھے گھوڑا اڑالا تھا۔ سجدے میں گر پڑا اور خدا کا شکر ادا کیا۔

جان عالم نے پھر سے اپنا سفر شروع کیا۔ پتہ اس خضر صورت بزرگ سے پوچھ ہی لیا تھا۔ چلتے چلتے ایسے لق ودق ریگستان میں جا پہنچا جہاں تپتی ریت کے سوا کچھ نہ تھا۔ پیاس سے زبان میں کانٹے پڑ گئے۔ مگر پانی ناپید تھا۔ پریشانی کے عالم میں شہزادہ گھوڑا ادھر ادھر دوڑاتا تھا۔ اچانک گھنے درختوں کا ایک جھنڈ نظر آیا۔ ذرا جان میں جان آئی۔ نزدیک جا کے دیکھا کہ صاف شفاف پانی کا ایک حوض لبالب بھرا ہوا ہے۔ آنکھوں نے لہروں سے ٹھنڈک پائی، گھوڑے سے اتر کے پانی پینے کو جھکا تو عجیب کرشمہ دیکھا، حوض میں انجمن آرا نظر آئی۔ جان عالم کو دیکھ کے بولی ''میں کب سے تیرے انتظار میں تھی، خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے تیری صورت دکھائی، اب کیا سوچ بچار ہے، بے دھڑک پانی میں کود پڑ اور جدائی کو ملاپ میں بدل دے۔'' جان عالم نے ذرا بھی دیر نہ لگائی اور جھٹ پانی میں کود پڑا۔ کودتے ہی سر تلے، ٹانگیں اوپر، قلابازیاں کھاتا ذرا دیر میں تہہ کو

جا لگا۔ آنکھ کھولی تو حوض تھا نہ انجمن آرا۔ دور تک بیابان نظر آیا۔ اب طوطے کی بات یاد آئی اور سمجھا کہ یہ دوسری چوٹ کھائی۔

اب اس کے سوا کیا کر سکتا تھا کہ جدھر کو منہ اٹھے چل دے وہ چلتا رہا۔ چلتے چلتے ایک چار دیواری نظر آئی۔ پاس گیا تو دیکھا بڑا سا احاطہ ہے، اس کے اندر دور تک پھیلا باغ اور باغ کے بیچوں بیچ ایک شان دار عمارت۔ پھاٹک کھلا تھا، جان عالم دھوپ اور گرمی سے تنگ آچکا تھا، کچھ سوچے بغیر اندر داخل ہوگیا۔ نرالی سج دھج کا باغ دیکھا، ہر طرف ہریالی تھی اور بل کھاتی ہوئی نہریں اِدھر اُدھر بہتی تھیں۔ پیڑ مزے دار پھلوں سے اور پودے رنگ برنگ کے پھولوں سے لدے تھے۔ پیڑوں پر پرندے چہچہا رہے تھے۔ خوب صورت خادمائیں سجیلے لباس پہنے ادھر ادھر گھوم رہی تھیں۔ جان عالم روشوں پر ٹہلتا ٹہلتا بارہ دری کے سامنے جا پہنچا۔ دیکھا کہ بارہ دری کے آگے سنگ مرمر کا چبوترا ہے۔ اس پر بادلے کا سائبان کھنچا ہے۔ بیچوں بیچ ایک خوب صورت مسند لگی ہے۔ جس پر ایک حسینہ عجب ناز سے بیٹھی ہے۔ بیسیوں خواصیں خدمت کو حاضر ہیں۔ ان میں سے ایک خواص نے اسے دیکھ آواز دی۔ ''اے صاحب تم کون ہو جان نہ پہچان، بے دھڑک پرائے مکان میں چلے آئے۔''

جان عالم تو پہلے ہی جینے سے تنگ اور مرنے کو تیار تھا۔ سیدھا گیا اور اس حسینہ کے برابر مسند پر جا بیٹھا۔ وہ ہنس کے چپ ہو رہی ذرا دیر رک کے پوچھا ''آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟'' شہزادہ بے چارہ کیا جواب دیتا وہ تو اس وقت ایک عجیب دنیا کی سیر میں مصروف تھا۔

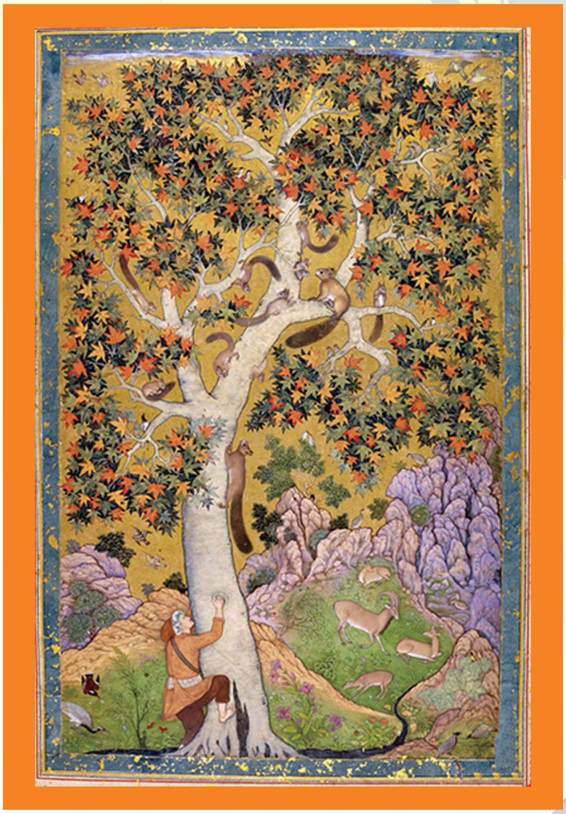

سامنے جتنے پیڑ تھے سب پردار جانوروں کی طرح کے تھے اور پھلوں سے لدے ہوئے تھے۔ جس درخت کا میوہ کھانے کو جی چاہتا وہ سامنے آموجود ہوتا اور ناچنے لگتا۔ پھل آپ سے آپ منہ میں پہنچ جاتا اور درخت پھر اپنی جگہ کھڑا ہو جاتا۔ پھر مزہ یہ کہ اس کا کوئی پھل کم نہ ہوتا۔

خواصیں پھل کھا کھا کر یہ سارے تماشے دکھاتی تھیں۔ بلکہ تماشہ کیا دکھاتی تھیں، شہزادے کو ڈراتی تھیں کہ دیکھ لے یہ جادو کی نگری ہے، یہاں سے بچ نکلنا دشوار ہے۔ خیریت اسی میں ہے کہ جو کہا جائے بے چوں چرا کرو۔ شہزادہ سمجھ گیا کہ یہ جادو کا کارخانہ ہے، اب اللہ ہی نکالے تو یہاں سے نکلیں گے۔

وہاں شہزادے کی بڑی خاطر تواضع ہوئی، اس نے بھی یہ بہتر سمجھا کہ انکار نہ کرے۔ یہ محفل ختم ہوئی تو وہ جان عالم کو بارہ دری میں لے گئی۔ مسہری پر بیٹھایا اور بولی ”تو نے سنا ہوگا کہ شہپال جادوگروں کا بادشاہ ہے۔ میں اس کی بیٹی ہوں۔ یہ باغ بلکہ اس کے چاروں طرف کا علاقہ جادو کا بنا ہوا ہے۔ میں ایک مدت سے تجھے پسند کرتی تھی۔ میرے دیوتاؤں نے آج میری سن لی اور تجھے یہاں پہنچا دیا۔ انجمن آرا کی ملاقات کے سوا تو جو کچھ حکم دے گا بجالاؤں گی۔“

شہزادہ بولا ”جو کچھ تو نے کہا سچ ہے، تیری گفتگو سے پتہ چلا کہ تو بھی محبت کا زخم کھا چکی ہے۔ ذرا دل میں سوچ میں جس پر فریفتہ ہوں تو اسی کی جانی دشمن ہے۔ دشمنوں کی تین قسمیں بتائی جاتی ہیں، پہلا تو وہ اپنا دشمن ہو، دوسرا وہ جو دشمن کا دوست ہو اور تیسرا وہ جو دوست کا دشمن ہو۔ یہ تیسرا دشمن سب سے بڑا ہوتا ہے۔ انجمن آرا کی جدائی میں اپنا تو یہ حال ہے کہ تخت و تاج چھوٹا، گھر بار چھوٹا، دوست اور عزیز چھوٹے، عیش و آرام کی جگہ در در کی ٹھوکریں کھائیں، جس کے لیے یہ حال ہوا تو اُسی کی دشمن ہے۔ اب تو یہ بتا میں تیری دوستی پر کیسے بھروسہ کروں؟“

یہ سن کر وہ آگ بگولہ ہوگئی، غصے سے تھر تھر کانپنے لگی، بولی ”میں جادوگروں کے بادشاہ کی بیٹی ہوں، ملک زرنگار میرے لئے ایک قدم کے فاصلے پر ہے۔ ابھی جاتی ہوں اور پلک جھپکتے انجمن آرا کو یہاں لے آتی ہوں، تیرے سامنے اسے جلا کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کروں گی۔“

جان عالم یہ سن کے بدحواس ہوگیا۔ دل میں سوچا عورت کا غصہ برا ہوتا ہے، کیا عجب جو کچھ کہتی ہے ابھی کر دکھائے، انجمن آرا نہ رہی تو پھر رہ کیا جائے گا۔ مصلحت اسی میں ہے کہ کسی طرح اسے راضی رکھو۔ خدا بگڑے کاموں کو بناتا ہے۔ ممکن ہے آئندہ کوئی صورت نکل آئے۔ یہ سوچ کے اس سے جھوٹ سچ باتیں کیں اور جھوٹے دل سے محبت جتائی۔ وہ تو مطمئن ہو کے آرام سے سوگئی مگر شہزادہ کی آنکھوں میں نیند کہاں، ساری رات یہ شعر زبان پر رہا:

کسی کی شب وصل سوتے کٹے ہے
کسی کی شب ہجر روتے کٹے ہے
ہماری یہ شب کیسی شب ہے الٰہی
نہ سوتے کٹے ہے نہ روتے کٹے ہے

(جاری)

شکیل بدایونی

دادی اماں مان جاؤ

دادی اماں دادی اماں مان جاؤ
چھوڑو جی یہ غصہ ذرا ہنس کے دکھاؤ

چھوٹی چھوٹی باتوں پہ نہ بگڑا کرو
غصہ ہو تو ٹھنڈا پانی پی لیا کرو
خالی پیلی اپنا کلیجہ نہ جلاؤ

دادی اماں دادی اماں مان جاؤ

دادی تمھیں ہم تو منا کے رہیں گے
کھانا اپنے ہاتھوں سے کھلا کے رہیں گے
چاہے ہمیں مارو چاہے دھمکاؤ

دادی اماں دادی اماں مان جاؤ

کہو تو تمھاری ہم چمپی کردیں
پیو تو تمھارے لیے حقہ بھر دیں
ہنسی نہ چھپاؤ ذرا آنکھیں تو ملاؤ

دادی اماں دادی اماں مان جاؤ

ہم سے جو بھول ہوئی ماف کرو ماں
گلے لگ جاؤ دل صاف کرو ماں
اچھی سی کہانی کوئی ہم کو سناؤ

دادی اماں دادی اماں مان جاؤ
چھوڑو جی یہ غصہ ذرا ہنس کے دکھاؤ

□ادارہ

ننھے فن کار

▶ جل گاؤں مہاراشٹر کے اقرا ہائی اسکول کی 9ویں جماعت کے طالب علم بدیع الزماں عبدالمالک نے ہمیں چیونٹیوں کے بارے میں کچھ دل چسپ معلومات لکھ بھیجی ہے۔آپ بھی ملاحظہ کریں:

چیونٹیوں کے بارے میں کچھ دل چسپ باتیں:

□ چیونٹیاں اپنے مردہ ساتھیوں کو بالکل انسانوں کی طرح زمین میں دفن کرتی ہے۔

□ ان میں بھی تقسیم محنت کا ایک با قاعدہ نظام موجود ہے جس میں منتظمین managers نگہداران supervisors افسران اعلیٰ foremen اور کارکن workers وغیرہ سبھی ہوتے ہیں۔یہ سب اپنے سماج کے لیے الگ الگ کام کرتے ہیں۔

q کبھی کبھار سرراہ چلتے پھرتے چیونٹیاں ایک دوسرے سے مل کر با قاعدہ بات چیت بھی کرتی ہیں۔

□ ان میں باہم گفتگو اور بات چیت کے لیے کمیونکیشن یعنی مواصلت کا بہترین نظام موجود ہے۔

□ چیونٹیاں موسم سرما کی خوراک یعنی اناج وغیرہ کا ایک لمبی مدت تک کے لیے ذخیرہ کرتی ہیں۔اور جہاں ان اناج کے دانوں یا بیجوں سے پودے اگنے لگے وہیں فوری طور پر وہ ان کی جڑوں کو کاٹ لیتی ہیں۔گویا وہ بایولوجی کو ہم سے بہتر جانتی ہیں۔

□ با قاعدہ ایک جگہ خرید فروخت market کا اہتمام کرتی ہیں جہاں وہ ایک دوسرے سے اجناس واشیا کا تبادلہ کرتی ہیں۔

□ اگر ان کا جمع کیا ہوا اناج بارش میں بھیگ جائے تو وہ اسے دھوپ میں سکھانے کے لئے ڈال دیتی ہیں۔مگر جونہی دانے خشک ہوتے ہیں وہ انھیں جلدی سے واپس اپنے بلوں میں لے جانے کو دوڑ پڑتی ہیں ، جیسے انھیں بخوبی معلوم ہے کہ اگر دانے کھلی فضا میں پڑے رہے تو نمی سے جڑ پکڑ کروہ پودے بننے لگیں گے اور ان کے کسی کام کے نہیں رہیں گے۔

پینٹنگ اور ڈرائنگ

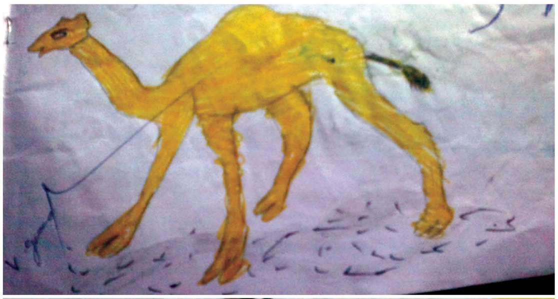

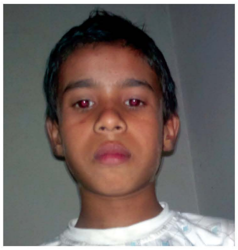

▲اونٹ اور گائے کی ان پینٹنگز کے خالق امش خاں ہیں جو سرسید میموریل اسکول، بھدیہ گیا، بہار کے درجہ ششم میں پڑھتے ہیں۔ان کی تصویریں بھی ٹھیک طرح اسکین نہیں ہوئی ہیں۔

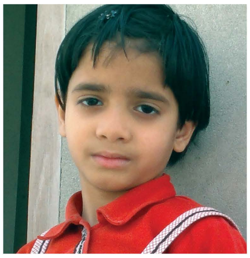

▲یہ طوطا ہمیں نئی دہلی پبلک اسکول، شاہین باغ، اوکھلا، نئی دہلی کے، درجہ دوئم میں پڑھنے والی حرا تبسم نے بھیجا ہے۔طوطے کو اردو میں توتا بھی لکھا جاتا لیکن سچ پوچھو تو ہمیں ط والا طوطا زیادہ پسند ہے۔شاید اس لیے کہ ط میں اس کی چونچ بھی نظر آتی ہے!

▲یہ پیارا سا ڈاک خانہ سماویہ احسان نے بنایا ہے جو، نئی دہلی پبلک اسکول، شاہین باغ، اوکھلا، نئی دہلی کے درجہ جی 1 کی ہونہار طالبہ ہیں۔پینٹنگ اچھی ہے اگرچہ عکس انھوں نے کچھ صاف نہیں بھیجا ہے ہے۔مگر خیر کوئی بات نہیں۔آئندہ اچھا عکس بھیجیں۔

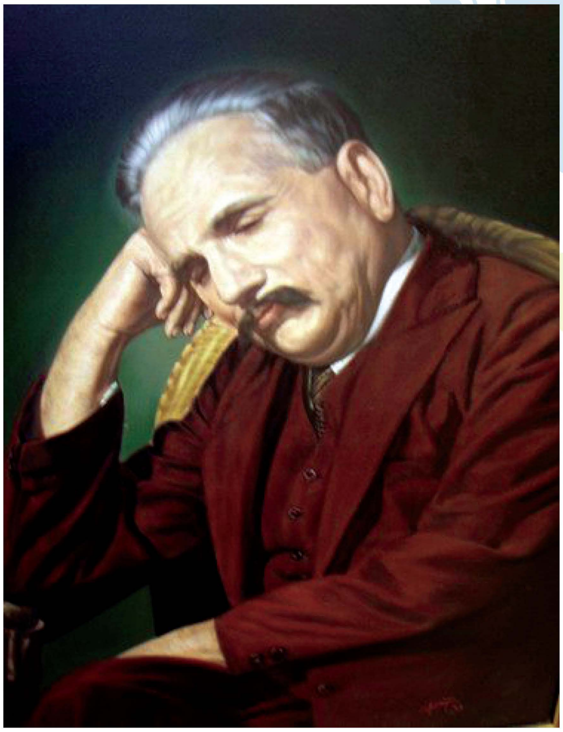

درجہ 8 کے طالب علم محسن جاوید نے ، جن کی تصویر آپ اس شمارے کی اردو فیس بک میں دیکھ سکتے ہیں، 'ننھے فنکار' کالم کے لیے ہمیں علامہ اقبال کے بارے میں کچھ معلومات لکھ بھیجی ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ کتنے اچھے دل کے انسان تھے۔ ملاحظہ کیجیے:

باتیں علامہ اقبال کی

ایک روز علامہ اقبال نے دیکھا کہ پڑوسی کے ملازم نے ایک چوزہ پکڑا اور اسے مروڑ کر ایک طرف پھینک دیا۔ یہ دیکھ کر آپ غصے سے لال پیلے ہو گے۔ اقبال کو اس حالت میں دیکھ کر وہ ملازم وہاں سے بھاگ گیا۔ آپ نے اپنے ملازم سے کہا کہ اس ظالم آدمی کو پکڑ کر لاؤ۔ میں اسی طرح اس کی ٹانگیں توڑوں گا۔ اس ننھی سی جان کو مسلتے ہوے اس بزدل کا دل نہیں کانپا۔ بڑی دیر کے بعد آپ کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ لیکن پھر بھی سارا دن انتظار میں بیٹھے رہے کہ پڑوسی کا ملازم آئے تو اس کی خبر لیں۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ ملازم اپنے انجام کے خوف سے ملازمت ہی چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔

1922 میں علامہ اقبال لاہور میں ایک کرایے کے مکان میں رہتے تھے۔ مکان بدنما اور خستہ حالت میں تھا۔ کرایا بھی پونے دو سو روپے، جو اس زمانے میں بہت زیادہ تھا۔ دوستوں میں سے کسی نے کہا۔ ''حضرت یہ مکان کسی بھی وقت گر سکتا ہے''۔

اقبال نے جواب دیا ''ہاں یہ میری دعاؤں ہی سے قائم ہے۔''

پوچھا گیا۔ ''آپ اتنا کرایہ بھی دیتے ہیں۔ اس کرائے میں سے کہیں بہتر مکان مل سکتا ہے۔''

اقبال نے کہا، ''آپ ٹھیک کہتے ہیں لیکن آپ کو نہیں معلوم کہ یہ مکان ایک ہندو بیوہ کا ہے جس کے بچوں کی گزر اوقات اسی مکان کے کرائے پر ہے۔ مجھے یہ کوٹھی خالی کرنے یا کرایہ کم کروانے میں شرم آتی ہے۔''

◀ محمد ارشد صدیقی شیخ جنید صدیقی نے جو اقرا اقامتی اسکول جلگاؤں کی ساتویں جماعت میں پڑھتے ہیں کمپیوٹر کے بارے یہ معلومات فراہم کی ہے

پہلا برقی کمپیوٹر:

دنیا کے سب سے پہلے الیکٹرانک کمپیوٹر کا نام ENIAC ہے۔ جس کا فل فارم Electronic Numerical Integrator And Calculator ہے جسے 1946 میں سائنسدانوں کی ایک ٹیم

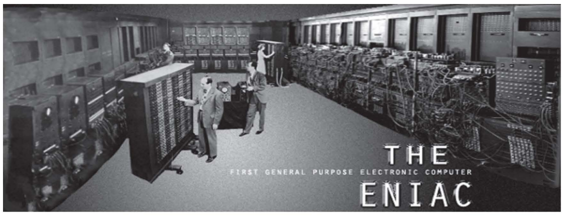

نے پنسلوانیا یونیورسٹی امریکہ کے سائنس داں ایکرٹ جے پریسپر اور جان ملشلی کی سرپرستی میں تیار کیا تھا۔ اس کمپیوٹر کی لمبائی 100 فٹ، اونچائی 10 فٹ اور چوڑائی 3 فٹ تھی اور یہ U کی شکل میں تھا۔ اس کی میموری میں 20 ہندسوں کا ذخیرہ کرنے کی گنجائش تھی۔ اسے راکٹوں اور بموں کے راستے ناپنے کے لیے استعمال کیا گیا اور ہائیڈروجن بم کی تیاری میں حساب کا سارا کام اسی کمپیوٹر سے لیا گیا۔ ◻

■ ادارہ

یہ مزے مزے کی حکائتیں...

◆ سوال: آج کی تعلیم کیا ہے؟

جواب: آج کی تعلیم وہ عمل ہے جس میں آدھی زندگی یہ سمجھنے میں برباد ہوتی ہے کہ باقی آدھی زندگی کیسے برباد کرنی ہے۔

عمر قاضی، پربھنی

◆ ایک بچہ بجلی کے بلب پر اپنے ماں باپ کا نام لکھ رہا تھا

دوست نے پوچھا یہ کیا کر رہے ہو؟

بچّے نے جواب دیا اپنے ماں باپ کا نام روشن کر رہا ہوں!

شیخ التمش، شیخ عظمت، اورنگ آباد، مہاراشٹر

◆ ایک شخص بارش میں بھیگتا جارہا تھا۔ ایک عورت نے اس سے کہا آپ میری چھتری میں آجائیے۔ اس شخص نے جواب دیا، نہیں بہن میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔

مورال Moral؟: مورال وورال کچھ نہیں، پیچھے بیوی آرہی تھی۔

محمد رضا الحق، ناندیڑ، مہاراشٹر

◆ پپّو اور اس کے دو دوستوں نے شراب پی اور سڑک پر آکر ٹیکسی روکی۔ ایک ٹیکسی ڈرائیور نے انھیں نشے میں دیکھ کر ٹیکسی روک لی۔ انھیں بٹھانے کے بعد ٹیکسی ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کی اور اسے آگے بڑھائے بغیر تھوڑی دیر بعد انجن بند کر کے بولا لو صاحب پہنچ گئے۔ پہلے دوست نے اسے پیسے دیے۔ دوسرا بولا: تھینک یو۔ بڑی جلدی پہنچا دیا۔ مگر پپّو نے ڈرائیور کو تھپّڑ لگا دیا۔ ڈرائیور سمجھا کہ شاید وہ اس کی چال بازی سمجھ گیا ہے۔ لیکن پپّو نے کچھ اور کہا۔ وہ بولا: ابے آرام سے چلایا کر۔ آج تو مروا ہی دیا تھا تو نے!

ایم اے وجاہت، پرتور، ضلع جالنا

◆ ریاضی کے استاد سے ایک دن ایک شاگرد نے کہا کہ جب ہندی کے ٹیچر ہندی میں اور انگریزی کے ٹیچر انگریزی میں بات کرتے ہیں تو آپ ریاضی میں بات کیوں نہیں کرتے؟ استاد نے لڑکے کو ڈانٹا اور بولے: لڑکے زیادہ تین پانچ مت کر ورنہ دو جھانپڑ دوں گا ابھی۔ ہر وقت انیس بیس میں لگا رہتا ہے۔ چار سو بیس کہیں کا۔ دو اور دو چار ہوتے ہیں مگر تو دو اور دو پانچ ثابت کرنے کے چکّر میں رہتا ہے۔ آدمی بن جا ورنہ دونوں ہاتھوں سے ضرب دے کر دونوں پیر تقسیم کر دوں گا۔

فریدہ فرحانہ شیریں، مہاراشٹر

◆ بیوی کو تھپّڑ مار کر شوہر بولا: فکر نہ کرو بیگم، آدمی اسی کو مارتا ہے جس سے زیادہ پیار کرتا ہے۔ بیوی نے دو تھپّڑ چار لاتیں اور دس ڈنڈے مار کر شوہر کو ادھ مرا کر دیا اور ہانپتی ہوئی بولی: آپ کیا سمجھتے ہیں۔ کیا میں پیار نہیں کرتی؟

قریشی حنا برہان خان، بھوکردن ضلع جالنا، مہاراشٹر

◆ کرپیا دھیان دیں! خواب نگر جانے والی نندیا ایکسپریس، بستر پلیٹ فارم پر آرہی ہے۔ یاتریوں سے نویدن ہے کہ اپنے اپنے سپنے لے کر تیار رہیں۔ گڈ نائٹ

◆ پلیز باہر آؤ۔ آ گئے...؟

ٹھیک ہے۔ اوپر دیکھو۔ دیکھا کیا...؟

ٹھیک ہے۔ اب چاند دیکھو۔ دکھائی دیا؟

ویری گڈ۔ اب چپ چاپ سو جاؤ۔

کل صبح سورج دکھائیں گے، گڈ نائٹ!

◆ آپ کی زندگی کا بہترین لمحہ وہ ہے جب خیریت پوچھنے پر آپ اپنے

دوست سے کہیں ''میں ٹھیک ہوں۔'' اور وہ آپ کی آنکھوں میں جھانک کر کہے، ''او کے! اب بتاؤ کیا پریشانی ہے؟''

♦ کسی غیر کے 100 لفظ تکلیف نہیں دیتے۔ مگر ایک دوست کی خاموشی 100 آنسو دے سکتی ہے۔

اس لیے بک بک کرتے رہا کرو۔ تسلّی رہتی ہے۔

♦ سردی میں رات کے تین بجے پانی میں برف ڈال کر نہا لیا جائے تو رنگ صاف اور گورا ہو جائے گا۔

اور پھر سب کہیں گے

کتنا نورانی چہرہ ہے مرحوم کا!

♦ کسی کے غم کی وجہ مت بنو، اس کے غم کا حصہ بنو

کسی کی خوشی کا حصہ مت بنو، اس کی وجہ بنو

شمائلہ صدف انصاری، اشفاق انجم، گوربید نگر مالیگاؤں

شمائلہ، ہم نے تمھارے سبھی اچھے اچھے SMS شامل کر لیے ہیں۔ اب پلیز ایک دو مہینے آرام کرو اور موبائل کو چین لینے دو!

♦ ایک بھکاری: اماں تھوڑا کھانا ہے تو دو نا!

اماں: ابھی کھانا نہیں بنا ہے۔

بھکاری: تو میرا موبائل نمبر لکھ لو۔ کھانا بن جائے تو مسڈ کال کر دینا!

♦ مچھر نے کاٹا وہ اس کا جنون تھا

ہم نے کھجایا، ہمارا سکون تھا

اب آپ پوچھیں گے اسے مارا کیوں نہیں

کیونکہ اس کی رگوں میں ہمارا خون تھا

سید عمیر، سید انصار، منگرول پیر

♦ ایک طالب علم نے جب سوال نامہ کھولا تو پہلا سوال تھا، بچت اور کفایت کسے کہتے ہیں۔

طالب علم نے کچھ سوچنے کے بعد پیپر خالی چھوڑ دیا اور آخر میں لکھا، یہ ہے روشنائی کی بچت، اور کاغذ کی کفایت!

♦ راجو کو سوال نامے کا کوئی سوال نہیں آتا تھا۔ آخر بہت سوچ وچار کے بعد اس نے اوپر سے نیچے لمبی لمبی لکیریں کاغذ پر کھینچ دیں اور نیچے لکھا:

اسکریچ scratch کیجیے اور جواب پایئے۔

رخسانہ پروین سرائے میر اعظم گڑھ اتر پردیش

♦ ایک بہت بوڑھے شخص نے اخبار میں اشتہار دیا کہ رشتہ چاہیے۔ کسی نے جواب میں لکھ بھیجا: بڑے میاں اس عمر میں رشتے نہیں فرشتے آتے ہیں۔

♦ ایک لڑکا امتحان کے کمرے میں سامنے والے لڑکے کے پیپر کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ اگزامنر نے غصے سے کہا: یہ کیا کر رہے ہو؟

لڑکا: میں دیکھ رہا ہوں کہ اس نے میرے پیپر کی نقل تو نہیں کی ہے!

♦ لڑکا ماں سے: میرا ایک دوست گھر آ رہا ہے۔ ساری ٹی شرٹیں چھپا دو

ماں: کیوں کیا تمھارا دوست چور ہے جو تمھاری ٹی شرٹ چرا لے گا!

لڑکا: نہیں۔ وہ اپنی شرٹیں پہچان لے گا۔

♦ دادا پوتے سے: تیرے ٹیچر گھر آ رہے ہیں، جا چھپ جا!

پوتا: پہلے آپ چھپ جایئے۔ آپ کی موت کا بہانہ بنا کر میں نے اسکول سے دو ہفتوں کی چھٹی لے رکھی ہے!

محمد محسن احمد، اقرا کالونی، صاحب گنج، جھارکھنڈ

محسن، تم سے بھی وہی کہیں گے جو شمائلہ سے کہا ہے!

♦ دو پاگل آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ایک نے کہا، میں اس دنیا کو

مٹا ڈالوں گا۔ دوسرا بولا: میں تمھیں ربر ہی نہیں دوں گا۔

♦ اگر کوئی مسئلہ سامنے ہوں تو کیا کرنا چاہیے؟ کسان کے پاس جانا چاہیے، کیونکہ اس کے پاس ایک ہل (حل) ہوتا ہے۔

عنایہ نہار، جل گاؤں

♦ 8!upoo6

8!upoo6

کنفیوزڈ؟

کبھی کبھی موبائل کو الٹا بھی کیا کرو!

کاشف انقلابی، مالیگاؤں

♦ سوال: ہم پانی کیوں پیتے ہیں

جواب: کیونکہ ہم اسے کھا نہیں سکتے

شیخ فیضان، شیخ جاوید، بیڑ

♦ شوہر فون پر بیوی سے: آج کھانے میں کیا پکایا ہے؟

بیوی غصے میں: زہر

شوہر: ٹھیک ہے۔ کھا کر سو جانا میں ذرا دیر سے آؤں گا!

♦ بیٹا ماں سے: امی جان، جلدی سے مجھے پانچ روپے دیجیے ایک غریب آدمی کو دینے ہیں۔

ماں: وہ آدمی کہاں ہے؟

بیٹا: وہ گلی کے نکڑ پر کھڑا آئس کریم بیچ رہا ہے!

حمیرہ بابا خان، اورنگ آباد

♦ کے جی کلاس کا لڑکا لڑکی سے: مجھ سے شادی کلے گی؟

لڑکی: نہیں

لڑکا: کل لے نا!

لڑکی: نہیں۔ میں نہیں کلوں گی

لڑکا: پلیز کل لے۔ ٹافی دوں گا

لڑکی: نہیں۔ کسی اول سے چاکلیٹ پر بات پکّی ہو چکی ہے۔

نعمان بشیر، گل برگہ، کرناٹک

♦ ٹیچر: لکھنا پڑھنا آتا ہے؟

سونو: لکھنا آتا ہے پڑھنا نہیں آتا

ٹیچر: اچھا اپنا نام لکھو۔

سونو: <>+*)+=%@ &

ٹیچر: ارے، یہ کیا لکھ دیا؟

سونو: کہا نا، لکھنا آتا ہے، پڑھنا نہیں آتا۔

رفیع قریشی، ناگپور

♦ دو آدمی ٹرین میں سفر کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ کیوں نہ ہمارا ایک دوسرے سے تعارف ہو جائے، اس طرح سفر بھی آرام سے کٹ جائے گا۔ مجھ سے ملیے میں ایک شاعر ہوں۔

دوسرے نے فوراً جواب دیا: میں بالکل بہرا ہوں۔

رضا الحق، مہار، ناندیڑ

ضروری بات

اپنے ایس ایم ایس صرف دن میں صبح 10 سے شام 5 بجے تک موبائل نمبر: 9810246182 پر بھیجیں۔ وہ بھی سنیچر اور اتوار کو چھوڑ کر۔ اور ہاں یہ نمبر صرف ایس ایم ایس بھیجنے کے لیے ہے بات کرنے کے لیے نہیں!

خالد عبداللہ

یوں تو شعرائے کرام بچوں کے لیے اکثر ہمیں نظمیں بھیجتے ہیں جس کے لیے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ مگر رام پور کے جناب عبداللہ خالد نے جس محنت اور محبت سے اپنی نظم ہمیں کاغذ پر سجا سنوار کر بھیجی ہے اس کی بات ہی الگ ہے۔ پہلے ہم سوچ رہے تھے کہ اسے کمپوز کرانے کے بعد شائع کریں گے مگر پھر خیال آیا کیوں نہ 'بچوں کی دنیا' پڑھنے والوں کو اردو کے حسنِ تحریر کی بھی جھلک دکھائی جائے۔ چنانچہ یہاں ہم اس نظم کا ان ہی کا بھیجا ہوا عکس شکریے کے ساتھ چھاپ رہے ہیں۔ امید ہے آپ بھی اتنی ہی خوب صورت اردو لکھنے کی کوشش کریں گے۔ اعزازی مدیر

کہانیاں

تمام دن کا نڈھال سورج — سمیٹ کر اپنے بال سورج
جو لوٹ کر اپنے گھر کو جاتا — تو چاند اُسکی جگہ پہ آتا
زمیں کے سر پہ اوڑھنی سی — سیاہ چادر سفید موتی
دبے دبے پاؤں رات آتی — خموشیوں کو بھی ساتھ لاتی
ہر ایک گھر میں چراغ جلتے — تو پھر کہانی کے دور چلتے

مگر یہ قصّے ہوئے پرانے
کہانیوں کے گئے زمانے

نہ دن وہ پہلے سے ہیں نہ راتیں — نہ مشغلے وہ ہیں اور نہ باتیں
نہ کوئی دادی نہ کوئی نانی — سنائے بچوں کو یہ کہانی
کہ شاہ زادہ محل سے نکلا — تو دور پریوں کے دیس پہنچا
کبھی کسی جن کا سامنا تھا — کہیں کسی دیو کو پچھاڑا
قدم قدم مشکلوں نے گھیرا — مگر کبھی حوصلہ نہ ہارا

پھر ایک دن جب وطن کو لوٹا
تو جشن سب نے بہت منایا

کسی کہانی میں شاہ زادی — کسی میں چڑیا چڑے کی شادی
کسی میں رانی کسی میں راجا — کسی میں طوطا کسی میں مینا
کسی میں کوئی وزیر زادہ — کسی میں بڑھیا کسی میں چرخہ
کسی میں کوئی اُڑن کھٹولا — کسی میں بہروپیوں کا ٹولا
کسی میں گٹھنی کسی میں ناگن — کسی میں بُڈھیا کسی میں ڈائن
کسی کہانی میں شیخ چلّی — کسی میں کوئی سیاہ بلّی

۲

وزیر جاسوس اور شکاری — امیر، عالم، سخی، بھکاری
بزرگ، درویش اور ساحر — کوئی نجومی تو کوئی تاجر
کمہار، ملّاح اور مچھیرا — کوئی سپیرا کوئی لٹیرا
عجیب دن تھے عجیب راتیں — عجیب کردار اور باتیں

ہر ایک پیر و جواں الگ تھا
وہ خوبصورت سماں الگ تھا
زمین الگ، آسماں الگ تھا
کہانیوں کا جہاں الگ تھا

ہر اک کہانی کی یہ حقیقت — چھپی تھی اُس میں کوئی نصیحت
سبھی میں ہوتی تھی ہار جیت سچ کی — کہ جھوٹ کی ہار جیت سچ کی
بڑوں کی خدمت بڑوں کی عزّت — تمام چھوٹوں پہ اپنے شفقت
کبھی کسی کا نہ دل دُکھانا — ہر ایک انساں کے کام آنا
اُسی کو ملتی ہے اپنی منزل — کہ جو نہ مشکل کو سمجھے مشکل
اگر ارادوں پہ ہو جوانی — ضرور ملتی ہے کامرانی
وہی جہاں میں سکون پائیں — کہ جو نہ محنت سے جی چرائیں

غرض ہزاروں کہانیاں تھیں
جو تربیت کی نشانیاں تھیں
جو بچپنے کو نکھارتی تھیں
جو زندگی کو سنوارتی تھیں

★ عبداللہ خالد

حال ہی میں عبداللہ خالد صاحب نے ایک ای میل بھیج کر بتایا کہ اس میں وہ ایک آخری بند کا اضافہ کرنا چاہتے تھے، لیکن نظم پہلے سے ہی خاصی طویل ہونے کی بنا پر چپ لگا گئے۔ مگر ہمارا خیال یہ بند کافی کام کا ہے اور شاعر کے خیالات کو ایک قطعی شکل دیتا ہے۔ اس لیے وہ بھی حاضر ہے۔ فرماتے ہیں:

نئی کہانی، نیا فسانہ
یہ کمپیوٹر کا ہے زمانہ
نئی صدی کے ذہین بچے
کہانیوں سے نہیں بہلتے

♦ عبداللہ خالد گھیر کٹے باز خاں رامپور یوپی-244901

مشتاق کریمی

8 سال کا سائنس داں: عثمان پٹیل

جل گاؤں: بعض بچے کم عمری میں ہی ایسے کارنامے انجام دینے لگتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ایسا ہی ایک بچہ ملک بھر میں اپنے وسیع وعریض ریلوے یارڈ کے لئے مشہور ریاست مہاراشٹر کے شہر بھساول کی سرزمین پر بستا ہے جس کا نام عثمان پٹیل ہے۔ جناب فی الوقت تاپتی پبلک اسکول میں تیسرے درجہ میں زیر تعلیم ہیں ۔عمر صرف 8 برس کی ہے مگر اس کم عمری میں انھوں نے ہوا دینے والے پنکھے کو ہی ہوا پر چلا کر دکھا دیا اور سب کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔

ہونہار عثمان کے والد حنیف پٹیل اپنے شہر سے قریب واقع ورن گاؤں کی آرڈننس فیکٹری میں ملازم ہیں ۔ والدہ رضوانہ خاتون اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں اور گھر کا کام دیکھتی ہیں۔ ان دونوں نے اپنے لاڈلے کی پوشیدہ صلاحیتوں کو نہ صرف محسوس کر لیا ہے بلکہ ان صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کے لیے بھی کوشش کر رہے ہیں۔ انھوں نے جب یہ دیکھا کہ عثمان میاں گھر میں کچھ نہ کچھ بناتے بگاڑتے رہتے ہیں تو انھوں نے بیٹے کی صلاحیتوں پر غور کیا۔ عثمان نے کچھ نیا بنانے کی غرض سے جو چیزیں مانگیں وہ اسے مہیا کرا دیں اور پھر ایک دن عثمان نے ایسا سیلنگ فین بنایا جو بجلی پر نہیں بلکہ ہوا کے جھونکوں سے چلتا ہے۔ آخر اس معصوم کے دل میں ایسا پنکھا بنانے کا خیال کیسے آیا؟ دراصل بھساول میں یومیہ کئی گھنٹوں کا لوڈ شیڈنگ ہوتا ہے۔ یعنی بجلی سے یہ شہر ایک دن میں کئی گھنٹے محروم ہی رہتا ہے ۔ جس کے سبب ہر طرح کے کاموں میں دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ نہ کچن میں ممی ٹھیک طرح سے کام کر پاتی ہیں نہ ہی پڑھائی میں من لگتا ہے۔ گرمی کے موسم میں تو پریشانیاں اور دشواریاں اور بھی بڑھ جاتی ہیں۔ بزرگوں کا تو جیسے دم ہی گھٹنے لگتا ہے۔ ان دشواریوں کو آسانیوں میں بدلنے کے لئے عثمان نے ہوا دینے والا ایسا پنکھا بنا ڈالا جو ہوا ہی پر چلتا ہے۔

باصلاحیت عثمان کی والدہ رضوانہ پٹیل بتاتی ہیں کہ ہوا سے چلنے

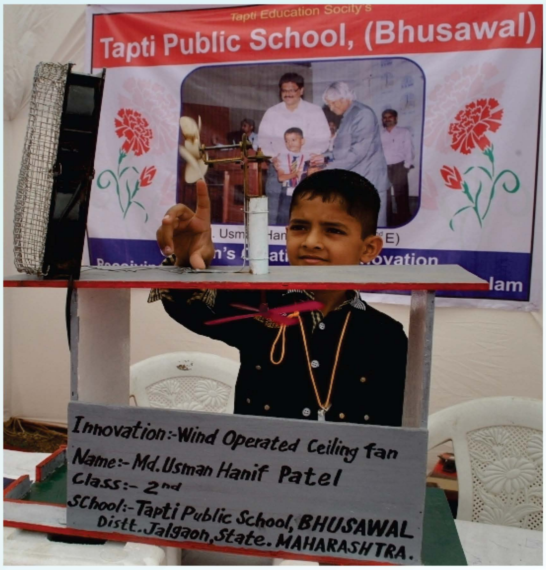

▲ عثمان پٹیل اپنی ایجاد کے بارے میں سمجھاتے ہوئے

والا سیلنگ فین بنانے پر پچھلے سال سابق صدر جمہوریہ اے پی جے عبد الکلام کے ہاتھوں دہلی میں اعزاز ملا تھا۔ سابق صدر جمہوریہ نے عثمان کے ماڈل کو نہ صرف بغور دیکھا بلکہ اس سے گفتگو بھی کی اور شیلڈ اور سند دے کر اس کا حوصلہ بھی بڑھایا۔ اس وقت اس ہونہار کی عمر صرف 7 برس تھی اور اب اس برس 8 سال کی عمر میں اسے اسی ماڈل پر نیشنل چائلڈ ایوارڈ سے سرفراز کیا گیا ہے جس میں 10 ہزار روپے، سلور میڈل اور سند شامل ہیں ۔ اتنی کم عمری میں ہی عثمان نے کھیل کود پڑھائی لکھائی اور مطالعہ کا باقاعدہ ایک نظام الاوقات یعنی ٹائم ٹیبل بنا لیا ہے ۔ اس کے والدین اس کی ہر ممکن مدد کرتے ہیں اور اسے کبھی تنہائی کا احساس نہیں ہونے دیتے ۔ وہ ڈرائنگ اور کھیلوں میں خصوصی دلچسپی رکھتا ہے۔ کم عمر میں عثمان کی اتنی بڑی کامیابی اس بات کا ثبوت ہے کہ اگر بچے کی صلاحیتوں کو آغاز ہی میں بھانپ لیا جائے، اس کی صحیح طور پر پرورش کی جائے اور اسے کچھ کرنے کے مواقع دیے جائیں تو یقیناً اس کے شاندار نتیجے نکلتے ہیں۔ ◻

♦ مشتاق کریمی، 342، شنی پیٹھ، جلگاؤں 425001 مہاراشٹر

بچوں کی دنیا پر ایک منظوم تبصرہ

’بچوں کی دنیا‘ کے ہر شمارے پر ہمیں بچوں اور بڑوں کی رائے ای میل اور عام ڈاک سے ملتی رہتی ہے۔ لیکن یہ پہلا موقع ہے جب ایک ادیب نے ہمیں ایک منظوم تبصرہ بھیجا ہے۔ اس تبصرے میں تعریف بھی کی گئی ہے اور چند تنقیدی اشارے بھی ہیں۔ بات نومبر کے شمارے کی ہے جو کافی پہلے شائع ہوا تھا۔ لیکن تبصرہ اتنی محنت سے نظم کیا گیا ہے کہ اسے شائع نہ کرنا ایک صحافتی بد اخلاقی ہوگی۔ تو آیئے جناب انصار احمد کا یہ تبصرہ پڑھتے ہیں جو خود بھی بچوں کے ایک رسالے ’خوشبو‘ کے ایڈیٹر ہیں:

گھوم لی بچوں کی دنیا ہم نے اک گھنٹہ میں بس
اور وہ بھی دس روپئے میں بھائی صاحب صرف دس
یہ سفر اپنا نومبر میں ہوا تھا شان سے
ابتدا اس کی ہوئی تھی اپنے ہندوستان سے
وہ تھی بچوں کی نرالی اور وہ دنیا عجیب
جس نے دیکھی ہے وہ دنیا وہ بہت ہے خوش نصیب
پہلے ہم سیوان پہنچے تو ظفر صاحب ملے
پڑھ کے ان کے ساتھ ان کی نظم لوٹے کچھ مزے
پھر گرونا نک سے ملنے ہم گئے نصرت کے ساتھ
قہقہے وہ بھول کر کرتے رہے سنجیدہ بات
پھر چچا نہرو کے گھر ہم راؤ کے ہم راہ تھے
ان کے گھر کچھ ہم نے کھیلا اور منایا برتھ ڈے
پھر گئے امریکہ ہم شاہد کو لے کر گھومنے
چاند پر ہمراہ آرم کے لگے ہم جھومنے
چاند پر جا کر ستاروں سے بھی ہم آگے گئے
پَر نہ ہم بھولے وطن اپنا یہ اک پَل کے لیے
ہم نے اوپر سے نظر کی پیارے ہندوستان پر
ہر جگہ آیا ہمیں تھا جشن دیوالی نظر
ہر طرح کی جگمگاتی روشنی اور قمقمے
ہم کو دکھلایا بہت اچھی طرح نعمان نے
رات کو بڑھیا کی، جگنو کی کہانی بھی سنی
اس طرح اکرم سے اور طلحہ سے کر لی دوستی
پھر ہمیں آزاد نے ملوا دیا اقبال سے
پیارے ہندوستان پر ان سے ترانے بھی سنے
اک پرندے کی سنی ان سے وہاں فریاد بھی
خوبصورت مرغ کی ہم نے پڑھی روداد بھی
سیدھے سادے ہم تھے دو ٹھگ ہم سے آکر مل گئے
ساتھ میں خوشنودہ تھیں، ہم اس لیے بچتے رہے
ہم نے طارق کی کہانی بھالو والی نہ پڑھی
کیونکہ ہم کو یہ کہانی پہلے سے ہی یاد تھی
لالچی تھا اک شکاری، اور فُر فُر کا مریڈ
اس میں آیا وہ مزہ ، جیسے کہ فیمل کا بریڈ
تھوڑی دیر ہم کارٹونوں میں رہے کھوئے ہوئے
لے کے پھر چالیس ہم دینار پڑھنے چل دیئے
چاہے کوئی کچھ کہے انسان تو بندر نہ تھے
پہلے تھے انسان آدم ، ڈارِون جو بھی کہے
ہاتھی دیکھا اس سفر میں اور پرانی گاڑیاں
دیکھا کچھ فٹ بال، اور اردو میں ٹکنا لوجیاں
ہو وہ کمپیوٹر، کہ موبائل ہے اردو ہر جگہ
آپ کی کوشش سے چمکا ہے یہ جگنو ہر جگہ

◆ انصار احمد، ایڈیٹر بچوں کا ماہنامہ خوشبو مدرسہ چشمۂ فیض ادری مئو یو پی۔

اردو Facebook

□ میں مریم ہوں۔ ابو نے مجھے ٹنی ٹوائس میں داخل کرایا ہے۔ گھر میں بچوں کی دنیا آتا ہے۔ ابھی میں پڑھ نہیں پاتی۔ بڑی ہو جاؤں گی تو پڑھوں گی۔ اس میں کتنی اچھی اچھی مزے دار تصویریں ہوتی ہیں۔

مریم، ٹنی ٹوائز، نئی دہلی

□ بچوں کی دنیا کا دسمبر 2013 کا شمارہ بہت پسند آیا۔ اس کی کہانی 'تحفہ' سے بہت سی کارآمد باتیں معلوم ہوئیں۔ نظم 'بچپن' بھی بہت پسند آئی۔ ہر ماہ شائع ہونے والا مستقل کالم 'اس مہینے کی باتیں' مجھے خاص طور پر پسند ہے، پھر بھی میں چاہتا ہوں کہ ''دماغی ورزش'' کے سلسلے کو اور بہتر اور دلچسپ بنائیں۔ اس کے علاوہ میں چاہتا ہوں کہ اس میں پسندیدہ اشعار اور لطائف کے کالم بھی شامل ہوں۔ دیگر مضامین اور کہانیاں بھی اچھی تھیں۔

محسن جاوید درجہ ہشتم، آئیڈیل پبلک اسکول، ابوالفضل انکلیو، اوکھلا، نئی دہلی۔25

□ آج ہی جنوری کا شمارہ ملا پڑھ کر خوشی ہوئی۔ یہ ماہنامہ ترقی کی منزلیں طے کرتا ہوا اپنا اعلیٰ مقام بنا رہا ہے۔ یہ سب آپ کی سچی لگن بے لوث خدمت اور محنت کا ثمر ہے جس کیلئے آپ مستحق ہزار تحسین و آفرین ہیں۔ کچھ اقوال زرین بھیج رہا ہوں۔

◆ انسان کی ہر خواہش پوری ہونا ناممکن ہے کیونکہ ہر پھول کی چند پتیاں ضرور جھڑ جاتی ہیں۔

◆ دماغ کے کیمرے میں کوشش کا رول ڈالو تو کامیابی کی تصویر نکلتی ہے۔

◆ مصیبت کو پانی سمجھ کر دریا میں اتر جاؤ تو اس کی گہرائی میں موتی اور ہیرے پاؤ گے۔

◆ کسی پتھر سے محبت مت کرو. ہوسکتا ہے کہ اس کے موم ہونے تک تم پتھر بن جاؤ۔

توصیف خان شبیر خان، مدنی نگر جامنیر، ضلع جلگاؤں، مہاراشٹر

□ اف یہ کارٹون شو! آج کل بچوں میں ٹی وی کا شوق بہت بڑھ گیا ہے۔ خاص کر کارٹون کے لیے۔ بچے کارٹون دیکھنا بہت پسند کرتے ہیں۔ ٹی وی میں یہ سب کارٹون اور دیگر فلمیں مہیا ہیں۔ اس لیے بچے ٹی وی پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ مثلاً یہ شو کب لگے گا؟ یہ شو کس دن آنے والا ہے۔ ان کی وجہ سے بچوں کی توجہ پڑھائی کی طرف سے دھیرے دھیرے ہٹ رہی ہے جس سے ان کا مستقبل خراب ہوسکتا ہے۔ ماں باپ ہمیشہ بچوں کے پیچھے لگے رہتے ہیں کہ اب تو پڑھائی کرلو، لیکن بچے یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ امی بس آدھا گھنٹہ، ابو بس آدھا گھنٹہ، باجی بس آدھا گھنٹہ! بچوں کی یہ ٹال مٹول دیکھ کر اب والدین بھی کہنے لگے: اف یہ کارٹون شو!

شیبان احمد حسین، اقراء اردو ہائی اسکول پرتاپ نگر جلگاؤں، مہاراشٹر

ضروری بات

اچھا بھئی ایک بات کا خیال رکھیے۔ ای میل پر اپنی تصویر کے کیپشن میں اپنا نام ضرور لکھنا ہے۔ ہمارے پاس بہت سی تصویریں ہیں جن پر صرف کیمرے کے نمبر ہیں۔ کمپیوٹر فائل میں خط اور تصویریں گڈمڈ ہونے کی وجہ سے انھیں چھاپنا مشکل ہے۔ اس لیے اب انھیں دوبارہ نام کے ساتھ بھیجیں! کیونکہ خط کے ساتھ غلط تصویر چھپ گئی تو آپ کو شکایت ہوگی۔ مدیر اعزازی

Back Inner Cover

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی چند مطبوعات

کلیات ملا رموزی (جلد اوّل حصہ اوّل)

مرتب: خالد محمود
صفحات: 453
قیمت: -/151 روپے

کلیات ملا رموزی (جلد اوّل حصہ دوم)

مرتب: خالد محمود
صفحات: 454 تا 896
قیمت: -/140 روپے

کلیات ملا رموزی (جلد دوم)

مرتب: خالد محمود
صفحات: 750
قیمت: -/243 روپے

کلیات ملا رموزی (جلد سوم)

مرتب: خالد محمود
صفحات: 710
قیمت: 235 روپے

کلیات ملا رموزی (جلد چہارم)

مرتب: خالد محمود
صفحات: 875
قیمت: 279 روپے

کلیات ملا رموزی (جلد پنجم)

مرتب: خالد محمود
صفحات: 428
قیمت: -/156 روپے

مقالاتِ مسعود

مصنف: مسعود حسین خان
صفحات: 230
قیمت: -/106 روپے

علامہ فضل حق خیرآبادی: چند عنوانات

مصنف: خوشتر نورانی
صفحات: 248
قیمت: -/91 روپے

تحقیق و تعارف

مصنف: حنیف نقوی
صفحات: 288
قیمت: -/99 روپے

پیروڈی: نقد و انتخاب (جلد اوّل)

مرتبہ: امتیاز وحید
صفحات: 354
قیمت: 118 روپے

پیروڈی: نقد و انتخاب (جلد دوم)

مرتبہ: امتیاز وحید
صفحات: 368
قیمت: 133 روپے

ہندوستانی تہذیب

مصنف: ابن کنول
صفحات: 399
قیمت: -/131 روپے

تعلیمی رہنمائی اور صلاح کاری

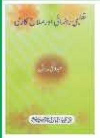

مصنف: عبدالغنی مدہوش
صفحات: 192
قیمت: -/67 روپے

جدید دنیا میں تعلیم

مصنف: نیاز احمد اعظمی
صفحات: 179
قیمت: -/73 روپے

تعلیمی نفسیات

مصنف: طلعت عزیز
صفحات: 242
قیمت: -/96 روپے

پودحفاظتی آلات کی مرمت اور دیکھ بھال

مترجم: سید ظفر الاسلام
صفحات: 78
قیمت: -/64 روپے

پیٹ کے کیڑے

مصنف: محمد رفیق اے ایس
صفحات: 79
قیمت: -/40 روپے

حسن نعیم اور نئی غزل

مصنف: احمد کفیل
صفحات: 284
قیمت: -/104 روپے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی - 110066
فون: 011-26109746 فیکس: 011-26108159 E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com

Front Inner Cover

قومی اردو کونسل کی فخریہ پیش کش

ماہنامہ اُردو دُنیا دہلی
Monthly URDU DUNIYA, New Delhi

تمام تر رنگین صفحات اور دیدہ زیب تصاویر سے مزین ماہانہ عالمی جریدہ جسے آپ پوری دنیا میں اردو زبان کے کسی بھی ماہنامے سے بہتر پائیں گے۔ اردو کو آج کی دنیا سے جوڑنے والا اور عام اردو قاری و ادبی حلقوں کی دلچسپی کے ساتھ طلبا و اساتذہ کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنے والا اردو کا ماہنامہ

ہر شمارے میں پڑھیے، اردو کے ادبی شاہکاروں کے علاوہ، علمی مضامین، ادبی انٹرویو، تاریخ، سائنس، صحافت، نئی کتابوں پر تبصرے، قومی اردو کونسل کی سرگرمیوں، سیمیناروں اور فروغ اردو سے متعلق نئی کاوشوں کا احوال اور بہت کچھ!

فی شمارہ: 15 روپے، سالانہ: 150 روپے

اردو زبان میں علم و آگہی کا معتبر ادبی جریدہ

سہ ماہی فکر و تحقیق

قومی اردو کونسل کی منفرد پیشکش

اردو زبان و ادب سے متعلق اہم تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر فکر انگیز اور تلاش و جستجو کو صحیح سمت دینے والے مواد کے ساتھ ہر تین ماہ بعد منظرِ عام پر آنے والا نہایت سنجیدہ علمی مجلّہ خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کا مشورہ دیں!

ہندستانی خریداروں کے لے سالانہ قیمت: 100 روپے، فی شمارہ: 25 روپے

(قومی اردو کونسل کی ویب سائٹ، http://www.urducouncil.nic.in پر بھی دستیاب)

آج ہی اپنے نزدیکی بک اسٹال سے طلب کیجیے یا ہمیں لکھیے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی 110066، فون: 26109746، فیکس: 26108159
E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com